حضرت میر سیّد علیؒ ہمدانی شاہِ ہمدان

ڈاکٹر محمد ریاض

حضرت میر سید علی ہمدانی، شاہ ہمدانؒ

ڈاکٹر محمد ریاض

سنگ میل پبلیکیشنز، اردو بازار، لاہور

نیاز احمد
نے الحمدہ پرنٹرز لاہور
سے چھپوا کر شائع کی۔

بار اوّل ـــــــــ ۱۹۷۵ء
تعداد ـــــــــ ایک ہزار
قیمت ـــــــــ ۱۲/- روپے

کتابت ـــــــــ محمد اشفاق زاہد

انتساب

ان سادات کے نام جن کے آباو اجداد حضرت
شاہ ہمدانؒ کے ساتھ برصغیر میں وارد ہوئے ہیں۔

نذرِ ارادت

سیدالسادات، سالارِ عجم دستِ او، معمارِ تقدیرِ اُمم
مرشدِ آن، کشورِ مینو نظیر میر و درویش و سلاطین را مشیر
خطہ را آن شاہ دریا آستین رح داد علم و صنعت و تہذیب و دین
آفرید آن مردِ ایرانِ صغیر با ہنرہائے غریب و دل پذیر
مرشدِ معنی نگاہان بودہ است محرمِ اسرارِ شاہان بودہ است
یک نگاہِ او گشاید صد گرہ خیز، و تیرش را بہ دل راہے بدہ

(علامہ اقبال رح۔ جاوید نامہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

حضرت امیر کبیر، سید علی ہمدانی ؒ، جنہیں علی ثانی، حواری کشمیر اور شاہ ہمدان کے القاب سے یاد کرتے ہیں، آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی کی ایک بہت بڑی شخصیت تھے۔ یوں تو آپ نے کئی ملکوں میں اسلام کی تبلیغ فرمائی، مگر ایران، روس، افغانستان اور برصغیر پاکستان و ہند کے کئی علاقوں میں آپ کی تبلیغ اور دینی خدمات کی کیفیت زیادہ نمایاں ہے۔ وادیٔ جموں و کشمیر اور اس کے ملحقہ علاقوں کے آپ بہت بڑے محسن ہیں۔ آپ کی کوششوں سے ہی ان علاقوں میں اسلام کے دھندلے نقوش ابھرے ہیں۔ آپ کی اور آپ کے ساتھ آنے والے سینکڑوں ایرانی سادات کی اولاد اب بھی برصغیر کے کئی علاقوں میں موجود ہے۔

میر سید علی ہمدانی، عربی اور فارسی زبانوں میں ۷۰ سے زائد کتابوں کے مصنف اور فارسی کے عرفانی شاعر ہیں۔ مگر عام مسلمانوں کی خاطر آپ کی عملی خدمات، تصنیف و شعر سے زیادہ اہم ہیں۔ آپ کے بارے میں مندرجہ بالا چند سطری اشاروں کی کسی قدر تفصیل پیش کرنا، اس کتابچے کا مدعا و مقصد ہے۔ یہاں ہم حضرت موصوف کو ان کے معروف لقب، شاہ ہمدان، کے ساتھ ذکر کریں گے ان کی زندگی کے حالات اور کارناموں کو بیان کرنے کے علاوہ ہم نے تعلیماتِ شاہِ ہمدان ؒ، کی ایک جھلک دیکھنے کی خاطر، چند کتابوں اور رسالوں کے اقتباسات کا ترجمہ بھی پیش کر دیا ہے۔

ابتدائی حالات

شاہ ہمدان کی پیدائش کے بارے میں اتفاق ہے کہ آپ دوشنبہ ۱۲ رجب ۷۱۴ ہجری مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۳۱۴ء کو ایران کے مشہور شہر ہمدان میں پیدا ہوئے۔ آپ حسینی سادات میں سے

تھے۔ حسینی، حسنی اور علوی سادات کو سلجوقیوں کے عہد سے ایران میں بڑا احترام حاصل رہا۔ شاہ ہمدان کے والد، سید شہاب الدین، ہمدان کے امرا میں سے تھے۔ اس کے باوجود ان میں حد درجہ کی انکساری اور تواضع تھی۔ معاصرین نے آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی تعریف کی ہے۔ شاہ ہمدان کی والدہ، سیدہ فاطمہ، ایک باصلاحیت اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ آپ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں اور سب کی تعلیم و تربیت پر آپ نے پوری توجہ دی دی ہے۔ شاہ ہمدان نے اپنی والدہ ماجدہ کے تربیتی اثرات کا ذکر فرمایا ہے۔

شیخ سید علاء الدولہ بیابانکی سمنانی (متوفی ۷۳۶ھ) اس عہد کے مشہور عارف تھے جنہوں نے عرب و عجم کے کئی باکمال افراد کی تربیت فرمائی ہے آپ شاہ ہمدان کے رشتے کے ماموں تھے۔ والدہ نے بچپن سے ہی شاہ ہمدان کو حضرت علاء الدولہ کی نگرانی میں دے دیا اور حقیقت یہ ہے کہ ان ہی کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں علی ہمدانی، علی ثانی، بنے ہیں۔ شاہ ہمدان نے ابتدائی تعلیم ہمدان کی مساجد میں حاصل کی۔ اس دور کے رواج کے مطابق آپ نے قرآن مجید حفظ کیا اور پھر عربی، فارسی اور اسلامی علوم کی تعلیم پر توجہ دی۔ بارہ سال کی عمر تک آپ نے خاصی استعداد حاصل کر لی تھی۔ اس وقت سید علاء الدولہ سمنانی انہیں سمنان لے آئے اور باطنی تربیت کے لیے اپنے ایک فاضل اور باکمال مرید شیخ اخی علی دوستی سمنانی (م ۷۳۴ھ) کے تلامذہ میں شامل کیا۔ شاہ ہمدان چند سال حضرت اخی کے زیر تربیت رہے۔ اسکے بعد آپ نے شیخ شرف الدین محمود کے ہاں گذر فرمایا جو شیخ اخی علی دوستی کے استاد اور سید علاء الدولہ سمنانی کے مرید تھے۔ شاہ ہمدان، ذکر کی اعلیٰ تربیت، حاصل کرنے کی خاطر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور خود شیخ اخی علی دوستی نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ مزدقان (رے) کی خانقاہ میں زیر تربیت ہونے کے دوران شیخ محمود کی اجازت سے، شاہ ہمدان، سمنان اور کبھی ہمدان جاتے رہے۔ بہر حال ظاہر ہے

کہ شاہِ ہمدان، حضرت سید علاء الدولہ کے علاوہ ان کے دو مریدوں، شیخ اخی علی دوستی اور شیخ محمود سے بیک وقت استفادہ کرتے رہے، یہ سب بزرگ "کبرویہ" سلسلے کے پیرو تھے جو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ (م ۶۱۶ھ) سے منسوب ہے۔ حضرت کبریٰ، شیخ ضیاء الدین سہروردی (م ۵۶۳ھ) کے مرید تھے جو سہروردیہ سلسلہ کے بانی، شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) کے ماموں تھے۔ اس لیے کبرویہ سلسلہ، "سہروردیہ" طریقے سے خاصا ملتا جلتا ہے۔

"خلاصۃ المناقب" نامی کتاب میں شاہ ہمدان کے ایک خاص مرید، شیخ نورالدین جعفر بدخشی (م ۷۹۰ھ) نے لکھا ہے کہ شاہ ہمدان نے سمنان اور مزدقان کی خانقاہوں میں بڑی سخت تربیت پائی تھی۔ یوں تو ان کے پیرانِ طریقت، ان کی استعداد اور ظاہری و باطنی لیاقت کے بے حد قدردان تھے۔ اور انہیں سید علاء الدولہ اور سید شہاب الدین کا بے حد لحاظ تھا۔ مگر تربیت و اصلاح کے معاملے میں وہ بے حد سخت تھے۔ روحانی تربیت سے دلچسپی رکھنے والوں کی خاطر یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ شیخ اخی علی دوستی نے ایک مرتبہ شاہ ہمدان کو زدوکوب کیا تھا اور شیخ محمود نے انہیں حکم دیا تھا کہ مزدقان کی خانقاہ کی صفائی کیا کریں۔ شاہ ہمدان نے پیرانِ طریقت سے زدوکوب کرنے یا ادنیٰ کاموں کے انجام دینے کو ہمیشہ روحانی ترقی میں مددگار پایا۔ جب ہم ان کے کئی دن تک نیند اور آرام سے محروم رہنے، جسمانی کام اور سخت ورزشوں کے واقعات کو پڑھتے ہیں تو بڑا تعجب ہوتا ہے اور ان کے روحانی کمالات کا ثبوت ملتا ہے۔

شاہِ ہمدان، اکیس برس کی عمر تک ظاہری اور باطنی تعلیم و تربیت کے کاموں میں مصروف رہے۔ خدائے تعالیٰ نے آپ کی کوششوں میں برکت دی۔ اور آپ علمی اور روحانی بلندیوں کو طے کرتے چلے گئے۔ مگر پیرانِ طریقت کو ابھی آپ کے جوہر مزید چمکانے تھے۔ ۷۳۴ھ میں شیخ اخی علی دوستی کا انتقال ہو گیا۔ اس سال شیخ محمود مزدقانی نے، شیخ سید علاء الدولہ کے مشورہ

سے، شاہِ ہمدان کو عالمی سیاحت کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ کو حکم دیا گیا کہ اسلامی ممالک کا سفر کریں اور اس طرح اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کی اصلاح کی خاطر عملی تجربے حاصل کریں۔ شاہِ ہمدان کے روحانی تربیت اور عملی تجربوں کے سفروں کا سلسلہ کوئی بیس برس تک جاری رہا ہے۔

دورِ تربیت کے سفروں کی حدود

شاہ ہمدان کے سفر و سیاحت کی مختصر کیفیت، مذکورہ خلاصۃ المناقب اور نویں صدی ہجری کے ایک مولف شیخ حیدر بدخشی کی تالیف مستورات (منقبۃ الجواہر) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ آپ نے معروف قول کے مطابق، راستے بدل بدل کر، سارے عالم اسلام میں تین بار گذر فرمایا بلکہ بعض ایسے علاقوں میں بھی تشریف لے گئے جہاں غیر مسلموں کی آبادی تھی۔ ایسے علاقوں میں ایک "روم" ہے جہاں آپ کی کوششوں سے کئی سو مسیحی افراد مسلمان ہوئے تھے۔ آپ اکثر یکا و تنہا ہی رہے۔ بعض اوقات البتہ دیگر سالک اور ارادت مند آپ کے ساتھ رہے ہیں۔

شاہ ہمدان نے اپنے سفروں کی کیفیت کو کسی باقاعدہ سفر نامے کی مانند ترتیب نہیں دیا، ورنہ ان کا سفر نامہ معاصر ابن بطوطہ (م ۷۷۹ھ) کے سفر نامہ سے غالباً زیادہ دلچسپ ہوتا۔ جو کیفیت ہمیں معلوم ہے وہ شاہ ہمدان کے مریدوں کی یادداشتوں پر مبنی ہے۔ اور بعض دفعہ ان جستہ جستہ واقعات کا مقام و محل بتانا مشکل نظر آتا ہے۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ہمدان نے اپنی سیاحتوں میں غیر معمولی جانفشانی کا ثبوت دیا اور تکالیف کی پرواہ نہیں کی۔ خلاصۃ المناقب کے مصنف کے بقول شاہ ہمدان، اخیار اولیاء اللہ میں سے ایک تھے۔ "اخیار" بیک وقت دنیا میں صرف سات ہوتے ہیں اور ان کا کام لوگوں کی اصلاح اور تبلیغ و ارشاد ہوتا ہے۔ اس خاطر "اخیار" اکثر سفر میں رہتے ہیں۔ اور شاہ ہمدان کے

سفروں کی اصل بھی یہی ہے، شاہ ہمدان کے سفروں میں مسیحی روم، برصغیر پاکستان و ہند، کئی عرب ممالک، ایران اور چند دوسرے ملکوں کے بعض مقامات کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں رے بلخ، بخارا، بدخشاں، اختنا (شمالی چین میں) یزد، ختلان (کولاب) بغداد، ماوراء النہر، شیراز، اردبیل، مشہد، دمشق، سراندیب (سری لنکا) ترکستان، لداخ، تبت، حرمین شریفین، وادی جموں و کشمیر، بلتستان، نگر، شگر، اور پکھلی کا ذکر کئی بار آیا ہے۔

تربیتی سفروں کے عجیب واقعات

شاہ ہمدان نے اپنے تربیتی سفر کی بعض تکلیف اور عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ان کی کیفیت خاصی طویل ہے ہم صرف چند روایات کے بارے میں مختصر اشارے پیش کرتے ہیں۔

آپ نے ایک بار ۲۸ دن تک بھوکے پیاسے سفر جاری رکھا۔ ایک بار ۲۴ فرسنگ کے فاصلے تک ستائے بغیر مسلسل چلتے رہے۔ اور تھکاوٹ کا احساس تک نہ ہوا۔ ایک بار اپنے پاس موجود غذا کو دوسرے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا اور خود کئی دن تک بھوکے رہے اور سفر جاری رکھا۔ پھر بعض لوگوں نے آپ کو مسافر جان کر کھانا کھلایا اور مدد کی۔

آپ کسی دریا کا سفر کر رہے تھے کہ کشتی ٹوٹ گئی اور آپ تیرتے ہوئے بڑی مشکل سے کنارے لگے۔ بیابان جنگلات اور صحراؤں سے گذرتے ہوئے آپ نے عجیب و غریب مخلوقات دیکھیں مگر آپ غول بیابانی اور شیاطین سے نہ گھبرائے۔ ذکر خداوندی کی برکت اور ایمانی قوت کی تاثیر سے آپ انتہائی خونخوار لوگوں کے ہجوم میں سے گذر گئے اور کوئی اذیت نہ پہنچی۔

شاہ ہمدان ایک سفر میں حج بیت اللہ کی نیت کر بیٹھے۔ اس کی خاطر ضروری زادِ راہ بھی ساتھ لیا، مگر راستے میں کچھ حاجت مندوں کو دیکھا اور سب کچھ انہیں دے ڈالا۔ راستے میں آپ مالی دشواریوں کا سوچ ہی رہے تھے کہ ایک نیک دل خاتون ، غیبی مدد کے طور پر ظاہر ہوئی۔ خاتون نے آپ کو دیکھتے ہی نام سے پکارا اور پوچھا: 'کیا آپ علی ہمدانی ہیں' شاہ ہمدان نے اثبات میں جواب دیا۔ خاتون بولی: میں نے ایک 'خواب صدق' میں آپ کو دیکھا تھا۔ میں نے بارہ ہزار درہم کی پونجی حج کی خاطر جمع کی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں زیارت سے مشرف کیا اور فرمایا: حج کی خاطر جمع کی گئی پونجی کو میرے فرزند علی ہمدانی کے حوالے کر دو۔ اسے اس کی احتیاج ہے اور تمہارا حج بعد میں ہو جائے گا۔ یہ گفتگو سننے کے بعد حضرت شاہ ہمدان نے وہ بارہ ہزار دراہم قبول فرمائے۔ ان سے حج کیا اور کئی حاجت مندوں کی احتیاجات پوری فرمائیں۔

مشہور ہے کہ حضرت آدم صفی اللہؑ کے ایک قوم کا نشان سراندیب (شری لنکا) میں ہے اور دوسرا شمالی چین کے شہر 'زیتون' میں۔ حضرت شاہ ہمدان نے یہ دونوں مقامات دیکھے اور وہاں پہنچنے میں بے حد تکالیف برداشت کیں۔ سراندیپ میں 'قدم آدمؑ' کے مقام پر آپ نے قیام فرمایا اور وہاں آپ کو روحانی ترقی کی بشارت ملی۔ اس خواب (واقعہ) کی کیفیت ان کے رسالہ" اورادِ فتحیہ" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

کئی صوفیہ نے حضرت خواجہ خضرؑ سے ملاقات کرنے کا ذکر کیا ہے اور ایسے بزرگوں میں شاہ ہمدان بھی شامل ہیں۔ اپنے سفر کے دوران آپ کئی بار حضرت خضرؑ سے ملے اور ایک بار اپنے مرید نور الدین جعفر رستاق بازاری بدخشی سے فرمایا: "حضرت خضر سمندر کے کنارے رہتے ہیں۔ آپ کی بیوی اور دس بچے ہیں مگر بیوی بچوں کو آپ کے خضرؑ ہونے

کا علم نہیں ہے۔"

شاہ ہمدان اپنے سفر اور روحانی تجربوں کے بارے میں اپنے استاد اور مرشد حضرت شیخ محمود مزدقانی کو بتاتے رہے۔ سفر اختتام کے قریب تھا کہ آپ اسفرائن گئے اور وہاں حضرت شیخ محمد بن محمد اذکانی (م ۷۷۹ھ) سے ملے، اور ان سے خرقہ حاصل کیا۔ شاہ ہمدان اس وقت کوئی چالیس برس کے تھے۔ حضرت شیخ محمد اذکانی نے اپنے پیر طریقت شیخ سید علاؤالدولہ سے ان کی قرابت اور ذاتی استعداد کی بنا پہ شاہ ہمدان پر پوری توجہ دی اور انہیں کامل پایا۔ فرمایا: "دنیا بہت دیکھ چکے اور تجربے حاصل کر چکے ہو۔ آپ کو اصلاح و تبلیغ کا کام سونپا گیا ہے، اس لیے اپنے گھر پہنچ کر "تجرد" کی زندگی کے آثار مٹادو۔ شادی کرو، اور دین کے ساتھ دنیا کو بھی نباہو"۔ حضرت شاہ ہمدان نے اسی ہدایت پر عمل کیا ہے۔

ہمدان اور ملحقہ علاقوں میں شاہ ہمدانؒ کی سرگرمیاں

حضرت شاہ ہمدانؒ ۷۵۳ ہجری میں اپنے شہر ہمدان کو لوٹے۔ اس وقت سے ۷۷۳ھ تک کے بیس سالہ عرصے میں آپ ہمدان اور ملحقہ ایرانی علاقوں میں تبلیغ و ارشاد کے کاموں میں مصروف رہے۔ تصنیف و تالیف کا کام بھی آپ نے ساتھ ساتھ جاری رکھا آپ کی زندگی کا یہ عرصہ ہم پہ زیادہ نمایاں نہیں، تاہم ضروری اشارات پیش کیے جا رہے ہیں۔

شاہ صاحب، ہمدان میں اپنے مکان سے متصل مسجد میں باقاعدہ درس دیتے اور دین کے حقائق و معارف بیان فرماتے تھے۔ اس مسجد کو آپ نے بنوایا تھا۔ آپ کی عبادات، زہد، اعلیٰ اخلاق اور باعمل گفتار کے زیر اثر، کتنے ہی لوگوں کے اخلاق بدلے اور لوگ اپنی ظاہری اور باطنی اصلاح میں لگ گئے۔ شاہ ہمدان کے مکان کے نزدیک "گنبد علویاں" کے نام

سے ایک معروف عبادت گاہ ہے جسے سادات ہمدان نے سلاجقہ کے عہد میں بنوایا تھا۔ اور اب تک آثار قدیمہ کے طور پر محفوظ ہے۔ 'گنبد علویاں' کے تہ خانے میں 'دو سادات' کی قبریں ہیں اور ان کے ناموں کے بارے میں اختلاف ہے حضرت شاہ ہمدان فرصت کے اوقات میں اسی تہ خانے میں عبادات و مناجات میں مصروف رہتے تھے۔ مشہور ہے کہ زیر زمین راستے سے اس تہ خانے اور گھر کو ملا رکھا تھا تاکہ آپ حسب ضرورت دوسروں کو دکھائے بغیر آمد و رفت کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

دلچسپ روایات

راقم الحروف نے اگست ۱۹۷۸ء میں 'گنبد علویاں' کی زیارت کی اور اس روحانی مقام کے بارے میں بعض دلچسپ روایات سنیں مثلاً ۱۔ اگر کسی کا کوئی عزیز گم ہو جائے تو وہ گنبد کے تہ خانہ میں اتر کر اسے آواز دے۔ اس کے بعد خود گنبد کے در و دیوار سے ہنسنے یا رونے کی آواز آئے گی۔ ہنسی اس بات کی علامت ہو گی۔ کہ وہ عزیز ابھی زندہ ہے اور مل سکے گا۔ جبکہ رونے کی آواز اس کے فوت ہو جانے کی دلیل ہو گی۔

۲۔ اگر کوئی ایسا قاتل وہاں لایا جائے۔ جس نے کسی بے گناہ کو جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔ تو غیب سے دو تلواریں نمودار ہوں گی۔ اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی۔ عوام اس قسم کی روایات کو حضرت شاہ ہمدان کی کرامات بتاتے ہیں۔

عبادات و تبلیغات

خلاصۃ المناقب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ہمدان نے اس عرصے میں

ایران کے ملحقہ شہروں اور دیہات میں گذر کیا اور وعظ و اصلاح کا کام جاری رکھا۔ آٹھویں صدی ہجری کے ایران کی وسعت کا اندازہ لگائیے۔ شاہ ہمدان اس وسیع قلمرو کے چپے چپے میں گئے۔ اور اپنے ارشادات سے لوگوں کو مستفید فرمایا۔ آپ مبلغ اور مصلح ہی نہ تھے، بلکہ تبلیغ اور اصلاح سے کاموں کے لیے لوگوں کو عملاً تیار کرتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں اور مریدوں کو ایران اور دیگر علاقوں میں لوگوں کی اصلاح اور تبلیغ حق کی خاطر مامور فرمایا اور اس امر کے غیر معمولی اثرات سامنے آئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ شاہ ہمدان اور ان کے مریدوں نے عبادات اور تبلیغات کے ساتھ نبھایا۔ اور دین و دنیا کے تقاضے پوری طرح سامنے رکھے۔

وادی جموں و کشمیر سے دلچسپی

شاہ ہمدان اپنے تربیتی سفر کے دوران، برصغیر میں وارد ہوئے۔ اور ۷۴۰ھ میں وادیِ جموں و کشمیر میں گذر فرمایا۔ اس وقت حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی (م ۸۰۸ھ) بھی ساتھ تھے اور بعد میں انہوں نے سرزمینِ بنگالہ کو اپنا مرکز بنالیا۔ شاہ ہمدان نے منیر (بہار) میں مشہور عارف حضرت شیخ احمد یحییٰ منیری (م ۷۸۲ھ) سے ملاقات کی اور ان سے خرقۂ تبرک حاصل کیا۔ یوں تو آپ مختلف علاقوں میں تشریف لے گئے، مگر وادی جموں و کشمیر کے خاص حالات سے آپ کی دلچسپی ہو گئی۔ یہ دلچسپی اس وسیع علاقے میں دینِ حق کی آواز پہنچانے اور کفر کی قوتوں کو شکست دینے کے بارے میں تھی۔ ۷۴۰ھ میں وادی میں اسلام اور کفر کی جنگ برپا تھی۔ اس کشمکش کا ذکر آگے آئے گا۔ اس وقت تو آپ وہاں زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے، مگر یہاں کے حالات بدلنے کی خلش دل میں لے کر لوٹے۔ شاہِ ہمدان نے کشمیر کے حالات سے اپنے آپ

کو باخبر رکھا، اپنے مرید وہاں بھیجے اور آخر کار تقدیر خود انہیں بھی یہاں لے آئی۔ ہمدان لوٹ کر آپ نے اپنے دو عمزاد میر سید حسین بیہقی سمنانی اور میر سید تاج الدین بیہقی سمنانی نیز کئی دیگر افراد کشمیر بھیجے۔ ان بزرگوں نے وادی اور سمنان و ہمدان کے درمیان رابطہ جاری رکھا اور اس طرح شاہ ہمدان کی وہاں تشریف آوری سے پہلے ہی ان کے فیضان کو عام کرنا شروع کر دیا تھا۔

شاہ ہمدان کی خطۂ ختلان کی طرف نقل مکانی

ہمدان کے بعد، شاہ صاحب کی کوششوں کا ایک مرکز موجود جمہوریہ تاجیکستان (روس) کا خطہ ختلان تھا جسے آجکل 'کولاب' کہتے ہیں۔ کولاب، افغانستان کی سرحد سے کوئی اسی میل کے فاصلے پر واقع ہے اور حضرت شاہ ہمدان اور ان کے دس عزیزوں کے مزارات یہیں واقع ہیں۔

شاہ ہمدان کے ہمدان سے ختلان (کولاب) چلے جانے کی وجوہات نامعلوم ہیں۔ بظاہر ہمدان کے خراب سیاسی حالات اور ختلان میں تبلیغی و اصلاحی ضروریات کو اس میں دخل ہوگا۔ ۷۵۰ھ میں حاکم ہمدان، انوشیرواں عادل ایلخانی کے فوت ہو جانے کے بعد، یہ علاقہ بے نظمی اور اقتدار کی جنگ کی نذر تھا اور شاہ ہمدان یہاں سے دل تنگ ہو کر زیادہ وقت تاجیکستان اور ماوراء النہر میں بسر کرنے لگے۔ خطۂ ختلان میں شاہِ ہمدان کے ایسے مخلص مرید تھے۔ جنہیں آپ کی دوری گوارا نہ تھی۔ ان ہی مریدین میں اخی طوطی علی شاہ ختلانی تھے۔ جن کی تربیت شاہ صاحب کی زیر نگرانی ہوئی تھی۔

خلاصۃ المناقب میں آپ کو "اخی حق گو" کہا گیا ہے۔ اور شہر ختلان کا ایک محلہ آپ کے نام پر محلہ طوطی علی شاہ کہلاتا رہا ہے۔ شاہ ہمدان کے دوسرے معروف مرید امیر زادہ خواجہ اسحٰق ختلانی (م ۸۲۶ھ) تھے، جو بعد میں آپ کے داماد اور خلیفہ بنے۔ ان مریدوں اور دوسروں نے شاہ ہمدان کو نقل مکانی پر مجبور کر دیا تھا۔ خلاصۃ المناقب کے مصنف نے ۷۷۲ ہجری میں ختلان میں شاہ صاحب سے ملاقات کی اور چند ماہ بعد ان کے حلقۂ مریداں میں شامل ہوا۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شاہ ہمدان کو نقل مکانی کئے ہوئے کئی ماہ گذر چکے تھے۔ اور ہمدان سے آپ کا تعلق صرف برائے نام رہ گیا تھا۔

ختلان اور نظام اوقاف

حضرت شاہ ہمدان، امیر زادہ تھے اور والد کے ورثے سے انہیں کافی مال و دولت ملا تھا۔ اس مال و دولت کو انہوں نے ہمدان، ختلان اور دوسرے مقامات پر فی سبیل اللہ کاموں پر خرچ فرمایا ہے۔ آپ کے مریدین اگر کوئی نذر و ہدیہ پیش کرتے، تو اسے بھی آپ محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ ہمدان اور رے میں آپ کی جوانمردانہ سخاوت کے بارے میں رسالہ "مستورات" میں لکھا ہوا ہے کہ: "حضرت سیادت مآب علی ہمدانی اس قدر سخی تھے۔ کہ ہزار دینار نذر ملے تو اسے فوراً حاجت مندوں میں بانٹ دیتے تھے۔ ایک دن ہزار درہم خرچ کر کے آپ نے ایک پورا محلہ خرید لیا۔ اور اس مقام کے مالکوں کو اس سودے پر راضی کر لیا۔ پھر آپ نے یہ محلہ اپنے شیخ قطب الواصلین حضرت شرف الدین ابوالمعالی محمود مزدقانی رازی کی نذر کر دیا کہ فی سبیل اللہ کام میں لائیں۔ شیخ محمود اس فیاضی سے بہت متعجب ہوئے۔ شیخ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ میر سید علی ہمدانی جیسا

صاحبِ ہمت سخی، کوئی کم ہی ہوگا۔ شاہ ہمدانؒ جب ختلان پہنچے، تو وہاں بھی آپ نے اسی سخاوت اور دریا دلی پر عمل کیا۔

ختلان (کولاب) میں شاہ ہمدان نے ایک باقاعدہ نظام اوقاف قائم کیا۔ آپ نے ایک پورا گاؤں خریدا اور اسے وقف فی سبیل اللہ قرار دے دیا۔ اس گاؤں میں آپ نے ایک مسجد، ایک خانقاہ اور ایک مدرسہ بنوایا نیز ایک عظیم کتب خانہ قائم کروایا۔ یہیں آپ نے اپنے مزار کی خاطر جگہ مخصوص کی اور وہیں دفن کیے جانے کے بارے میں وصیت فرمائی۔ شاہ ہمدان کے رسالہ "انسان نامہ" (قیافہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گاؤں کی خرید اور وقف پر، آپ کے مرشد، حضرت شیخ محمد اذکانی نے نہایت خوشی کا اظہار فرمایا تھا۔

نواحِ ختلان میں تبلیغی سرگرمیاں

ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں چنگیز خان قبلائی کے حملے کے نتیجے میں غیر مسلم منگولیوں کی ایک بڑی تعداد اس وقت کے ایران کے شمال میں آنکلی تھی۔ یہ لوگ رفتہ رفتہ مسلمان ہوتے رہے، مگر ان کے اخلاق و آداب خاطر خواہ طور پر نہ سنورے۔ اور انہوں نے کم از کم شاہ ہمدان کے عہد تک اسلامی رنگ قبول نہیں کیا تھا۔ شاہ ہمدان نے ان لوگوں کی اصلاح کی خاطر ماوراء النہر کے علاقوں کو اپنی تبلیغی اور اصلاحی کوششوں کی خاطر منتخب فرمایا۔ ختلان (کولاب) سے ماوراء النہر کے گوشے گوشے تک آپ اور آپ کے مریدوں کی تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ اور لوگ آپ کی حق گوئی، بے باکی اور شیریں بیانی کا لوہا مانتے تھے۔ اس طرح ختلان کی مسجدیں، خانقاہیں اور کتب خانے، آپ کے مریدوں اور دوسرے ارادت مندوں کے دم سے زیادہ آباد ہونے لگے۔ نظام تدریس سے آپ

آپ نظام تبلیغ میں مدد لے رہے تھے اور مبلغین کی کھیپ تیار کر رہے تھے۔

شاہ ہمدان کے قائم کردہ کتب خانے میں متنداول اسلامی علوم وفنوں کی کافی کتب موجود تھیں۔ اور آپ کے ایک مرید سید محمد قاضی اس کتب خانے کے ناظم تھے۔ یہاں کی تدریسی ضروریات کی خاطر شاہ ہمدان نے بعض علمی کتب ورسائل لکھے۔ مولانا نورالدین جعفر بدخشی جب تین ماہ کی آزمائش کے بعد، شاہ ہمدان کے حلقہ مریدین میں شامل ہوئے تو انہوں نے موصوف سے ان کی دو کتابوں "مشارب الاذواق" اور "حل فصوص" کو سبقاً سبقاً پڑھا۔ پہلی کتاب شیخ ابن فارض مصری (م ۶۳۲ھ) کے مشہور میمیہ قصیدہ کی صوفیانہ شرح ہے اور دوسری فصوص الحکم مؤلفہ شیخ اکبر ابن عربی (م ۶۳۸ھ) کا ایک خلاصہ، اور شاہ صاحب نے انہیں درسی ضروریات کی خاطر لکھا تھا۔ مولانا جعفر بدخشی نے یہ کتابیں اچھی طرح سمجھیں اور اس کے بعد مشارب الاذواق، بدرالدین بدخشی کو پڑھائی اور حل الفصوص، محمد بن شجاع کو۔ یہ دونوں مدرس ان عارفانہ کتابوں کو ختلان کے مدرسے اور خانقاہ میں پڑھاتے رہے ہیں۔

آزمائشوں کا دور اور شاہ ہمدان کی ایمانی استقامت

یوں تو شاہ ہمدان جیسے حق گو عالم دین کی علمائے سو اور شریر لوگوں نے ہر جگہ مخالفت کی، مگر ختلان اور ماوراء النہر میں آپ کی آزمائشوں کا دور بہت شدید رہا، لیکن آپ کی ایمانی استقامت نے ان مشکلات کو ہیچ جانا۔

شاید ہمدان، علمائے سو کی مخالفت کرتے، امرا اور احکام کو کھری کھری سناتے اور انہیں اپنے حقوق وفرائض یاد دلاتے۔ کڑوی حقیقت کی تاب کم لوگ لا سکتے ہیں۔

شاہ ہمدان کی مخالفت کی یہی وجہ تھی۔ علمائے سو نے ایک مرتبہ آپ کی دعوت کی۔ اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ مومنانہ فراست کی بنا پر آپ دو ہی لقموں میں سمجھ گئے کہ اصل معاملہ دعوت کا نہیں، بلکہ آپ کے کام تمام کرنے کا ہے۔ کھانے سے آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور قے کر لی۔ اس کے باوجود عمر بھر اس زہر کا اثر آپ کبھی کبھار محسوس کرتے رہے۔ امرا اور حکام نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ مگر آپ کی ایمانی قوت اور کرامات دیکھ کر تائب ہو گئے۔ بخارا کے حاکم نے جب آپ کا ایمانی کمال دیکھا تو بڑے اصرار سے انہیں اور ان کے کئی مریدوں کو چار ماہ تک مہمان رکھا اور وہاں آپ کے نام پر "خانقاہِ میر سید علی ہمدانی" تعمیر کروائی۔ پکھلی، بلخ اور بدخشاں کے حکام کبھی آپ کے مخالف تھے۔ مگر بعد میں آپ کے حلقہ بگوش بن گئے۔

پکھلی کے حاکم غیاث الدین نے آپ سے التماس کی تھی کہ اس کی قلمرو ضلع ہزارہ سے افغانستان کے علاقہ جلال آباد تک میں لوگوں کو دعوتِ اصلاح دیں اور کفار میں تبلیغ فرمائیں۔ آپ نے اس دعوت پر لبیک کہا اور لوگوں کی کایا پلٹنے میں لگ گئے۔ ایک بار آپ کے واعظ و ارشاد کے دوران علمائے سو کے نمائندوں اور دیگر اشرار نے اودھم مچا دیا اور اپنی محرومی، شقاوت اور بدبختی پر اصرار کیا۔ شاہ ہمدان نے فرمایا: "اگر اس زمین پر آگ کی بارش شروع ہو جائے اور ہم پر چاروں طرف سے تلواروں کی بوچھاڑ ہو، تو بھی ہم حق کی بات ضرور کریں گے۔ اور دنیا کی مصلحتوں کی خاطر دین فروش نہیں بنیں گے"۔ اس استقلالِ مزاج اور استقامتِ ایمانی کو دیکھ کر کئی اشرار آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ بعد میں آپ نے سلطان غیاث الدین کو لکھا تھا:

"آپ نے کہا تھا کہ میں اس علاقے میں دینِ اسلام کی آواز علیٰ وجہ البصیرۃ پہنچا دوں۔ مگر

آج اشرار اوباش نے بدتمیزی کی انتہا کردی۔ گویا آپ کی قلمرو میں امن وامان اور شرافت ناپید ہے اور لوگ دین کی بات سننا گوارا نہیں کرتے، ہمیں تو ہر حال میں حق بات کرنا ہے اور اس ضمن میں خدائے کائنات سے وعدہ کر رکھا ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہاں کے بعض بدفطرت اور شریر لوگ میرے ساتھ وہ سلوک کریں جو یزید نے میرے دادا حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کیا تھا۔ تو کوئی بات نہیں۔ ہم ان آزمائشوں کو بخوشی برداشت کریں گے اور حق کی خاطر جان کی بازی لگا دینے کو اپنی سب سے بڑی سعادت جانیں گے۔" یہ بیان حضرت شاہ ہمدان کی جلالتِ ایمانی پر شاہد ہے۔

امیر تیمور گورگانی سے نزاع

۷۷۳ ہجری تک حضرت شاہ ہمدان ایک عظیم مصلح اور کامیاب مبلغ دین کے طور پر از ہمدان تا کشمیر، مشہور ہو چکے تھے، امیر تیمور اور اس کے امراء کو آپ کا اثر و رسوخ ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ جاسوسوں نے امیر تیمور گورکان (۷۷۱ - ۸۰۷ھ) کے کان بھرے کہ حضرت شاہ ہمدان اور ان کے مرید، ہر جگہ تیموری سلطنت کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ اور لوگوں کو دین اور انصاف کے بہانے جمع کر کے، تیموری سلطنت کا تختہ، الٹ دینا چاہتے ہیں یہ بات جزوی طور پر صحیح تھی۔ شاہ ہمدان، امیر تیمور کے ننگِ انسانیت، مظالم کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے۔ وہ تیمور کی اس حکمت عملی کے بھی خلاف تھے کہ بظاہر تو اس نے اسلام قبول کرلیا ہے مگر قرآن مجید پر عمل کرنے کے بجائے، وہ اپنے دادا چنگیز خان قبلائی کے رسوائے زمانہ قانون "یاسا" پر عمل کرتا اور لوگوں کو سخت سزائیں دیتا ہے۔ "یاسا" ظالمانہ اور کافرانہ قانون تھا جو متعدد منگول بادشاہوں کے ہاں مروّج رہا، مگر امیر تیمور اس

پر سختی سے عمل پیرا تھا۔ اس نے ایران اور دوسرے مفتوحہ علاقوں میں ہزاروں افراد کو نہایت بے رحمی سے ہلاک کروایا، بعض افراد کو زندہ دفن کروایا یا دیواروں میں چنوا دیا۔ شاہِ ہمدان اور ان کے حق پرست مریدان سفاکیوں پر کس طرح خاموش رہتے؟ آپ ان حالات کی اصلاح قرآن مجید کی تعلیمات کو دستور بنانے کے لیے کوشاں تھے۔ حکومت و اقتدار پر قبضہ کرنا ان کا مقصد نہ تھا۔ مگر حاکموں کے کان عموماً کچے ہوتے ہیں۔ امیر تیمور اور اس کے امرا حضرت شاہ ہمدان کے آزار اور ان کے اثر و رسوخ کی بیخ کنی کے درپے ہوگئے۔

امیر تیمور نے پہلے شاہ ہمدان کے باثر مریدوں کو ڈرایا۔ دھمکایا۔ امیرزادہ خواجہ اسحٰق ختلانی کو بھاری جرمانہ کیا گیا اور شاہ ہمدان سے ترکِ تعلق کرنے کی ضمانت مانگی گئی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ شاہ ہمدان کے دوسرے مریدوں نے بھی بے پناہ صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ مریدوں سے باز پرس کے بعد، خود شاہ ہمدان کو دربار تیموری میں بلایا گیا۔ شاہ صاحب موصوف اور امیر تیمور لنگ کی گفتگو کی کیفیت چند دوسری کتابوں کے علاوہ تحائف الابرار جلد اول مولفہ حاج مسکین امرتسری اور روضات الجنات و جنان الجنات مصنفہ ابن الکربلائی کے روضہ ہشتم میں کافی تفصیل سے موجود ہے۔ اس نزاع کا خلاصہ یہ ہے کہ شاہ ہمدان نے مخبروں اور جاسوسوں کی افواہوں کی تردید فرمائی اور کہا کہ حکومت و امارت کو ٹھکرا کر انہوں نے درویشی کا راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ البتہ انہوں نے امیر تیمور کو حق و صداقت پر چلنے اور قرآن مجید کو اساسِ قانون بنانے کی تلقین کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قلمرو تیموری سے ظلم کا دور دورہ ختم ہو جائے۔ بادشاہ کی جوع الارضی سیر ہو جائے اور یہاں اسلام کا قانون رائج ہو، تو ہمیں کسی سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں کہ مخالفت برائے مخالفت پر اڑے رہیں۔" شاہ ہمدان نے مزید فرمایا: "ہمارا مقصد اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں

کی خدمت ہے۔ ہم اس مقصد کی خاطر سارے عالمِ اسلام میں گھوم چکے اور اب اس قلمرو میں کام کر رہے ہیں۔ حکومت و اقتدار بے شک خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، مگر صرف اس صورت میں کہ شریعت پر عمل ہو اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں، ورنہ یہ وبال اور ابدی عذاب کا سامان بن جائے گا۔ یہ وبال اور عذاب جو ایک "سگ لنگ" کو گھیرے ہوئے ہے، العوذ باللہ ہم اس کے طالب کیوں بنیں گے؟ "سگِ لنگ" کا استعارہ ظاہر ہے کہ "تیمور لنگ" کی خاطر تھا، اس لیے امیر مذکور اس بات اور شاہ ہمدان کی دعوتِ حق سے تلملا اٹھا۔ اس نے آپ اور آپ کے خاندان کے جملہ سادات اور مریدوں کو تیموری قلمرو ترک کرنے کا حکم دیا کہ:۔

"اگر آپ اور آپ کے خاندان کے لوگوں کو اپنی عافیت مطلوب ہے، تو جلد از جلد یہاں سے نکل جائیں ورنہ میری تیغ بے نیام حرکت میں آ جائے گی"۔

ہجرت کا بہانہ

حضرت شاہ ہمدان ایک مدت سے وادی جموں و کشمیر کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ رسالہ "مستورات" کے مطابق جس سال آپ اور امیر تیمور کے درمیان نزاع ہوئی، اس سال آپ کو وادی مذکور کی طرف ہجرت کر جانے کا غیبی اشارہ ہو چکا تھا۔ تیمور کی دھمکی آپ کی ہجرت کا ظاہری بہانہ بنی اور بس۔ آپ نے سات سو ایرانی سادات کو وادی کی وادی کی طرف کوچ کرنے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ ان سات سو افراد میں آپ کے خاندان کے افراد اور بعض مرید شامل تھے۔

امیر تیمور کو جب آپ کے کوچ فرمانے کی تیاری کا پتہ چلا، تو مشہور ہے کہ اس نے

آپ کو روکنا چاہا اور گذشتہ رویے پر معذرت چاہی۔ مگر شاہ ہمدان نہ مانے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں راضی کرنے کے بجائے امیر ہماری باتوں پر عمل کرے۔ اور لوگوں کے ساتھ انصاف برتے۔ ہمیں تو وادی جموں وکشمیر چلے جانے کا ایسا حکم ملا ہے جس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا؛

ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ شاہ صاحب نے ہمدان کے قیام کے دوران اپنے کئی باثر مریدوں، وادیٔ کشمیر میں بھیجے تھے۔ انہوں نے سلطان شہاب الدین شاہمیری (۵ ۷۷۵۔ ۷۸۵ھ) کو بدلتی ہوئی صورت حالات اور شاہ ہمدان کے عزائم سے آگاہ کیا۔ سلطان غائبانہ طور پر شاہ صاحب سے ارادت رکھتا اور ان کے وادی میں تشریف لانے کا آرزومند تھا۔ اب کے اس نے شاہ ہمدان اور جملہ سادات کو وادی میں چلے آنے کی باقاعدہ دعوت دی۔ اس یقین دہانی اور دعوت کے ملتے ہی ۷۷۴ھ میں حضرت شاہ ہمدان، فاضل اور باہنر سادات کے عظیم قافلے کے ساتھ سرینگر کے نزدیک محلہ علاؤ الدین پورہ میں دریائے ابہت یعنی موجودہ دریائے جہلم کے کنارے فروکش ہوئے۔ اس وقت سلطان شہاب الدین شاہمیری اور سلطان فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ تا ۷۹۰ھ) موجودہ کیمبلپور کے قریب 'دی ہند' کے مقام پر جنگ وجدل میں مصروف تھے۔ سلطان کشمیر کے چھوٹے بھائی اور ولی عہد، قطب الدین (عہد حکومت ۷۸۵۔ ۷۹۶ھ) نے شاہ ہمدان اور ان کے ساتھی سادات کا استقبال اور انہیں خوش آمدید کہا۔ ولی عہد قطب الدین نے شاہ ہمدان کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں پورے احترام اور حمایت کا یقین دلایا۔

وادی جموں وکشمیر میں شاہ ہمدان کا قیام

وادی میں شاہ ہمدان کی تدریس، تبلیغ اور دعوتِ دین کا بڑا مرکز محلہ علاؤ الدین پورہ

کا وہ مقام تھا جہاں اب خانقاہِ معلّٰی یا مسجد شاہ ہمدان قائم ہے۔ اس مسجد کو سلطان اسکندر شاہمیری بت شکن (۷۹۶ ـ ۸۱۶ھ) کے عہد حکومت میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاہ ہمدان کے اکلوتے صاحبزادے میر سید محمد ہمدانی (۷۷۴ ـ ۸۵۴ھ) نے قائم کروایا تھا۔ اس مسجد و خانقاہ نے جلنے اور گرنے کے کئی حادثے دیکھے مگر نت نئی بنتی رہی اور وادی کا یہ عظیم روحانی مرکز، جس کے در و دیوار پر کافی آیات اور فارسی اشعار کے ساتھ ساتھ کسی کے یہ اردو اشعار بھی کندہ ہیں ؎

شہر کے قلب میں ہے مسجدِ شاہِ ہمدانؒ
جس سے ہر دیدۂ مسلم میں ہے نورِ عرفان
کہ درخشاں ہے ہر اک سمت کلامِ یزداں
خانۂ دل کو ضیا بخش، چراغِ ایمان

ابھی تک پوری آن بان کے ساتھ موجود ہے۔

شاہ ہمدان کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد درس دیتے اور وعظ فرماتے۔ سلطان قطب الدین اور اس کی والدہ شاہ صاحب کی شیریں بیانی اور عمدہ تقریر کے فریفتہ تھے۔ بادشاہ کے علاوہ دیگر اعیان اور امرا آپ کی مجلسِ وعظ و درس میں شامل ہوتے۔ شاہ ہمدان کی پرخلوص باتیں دلوں میں گھر کر جاتی تھیں۔ کتنے ہی ہندو اور بدھ مت کے پیرو آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ آپ سے مناظرے کیے، کرامات دکھانے کا مطالبہ کیا گیا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو ہر امتحان میں کامیاب فرمایا۔ اس ضمن میں شاہ پور نامی ہندو جادوگر کا شکست کھانا اور شاہ محمد کے نام سے مسلمان ہونا، وادی کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ کم از کم ۳۷ ہزار غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی سعادت

حاصل کی۔ اس کے علاوہ ہزارہا گنہگار اور گمراہ لوگ تائب ہو کر راہ ہدایت پر چلنے لگے ہیں۔ غرض، آپ کے دم سے وادی کا نیم کافرانہ ماحول، اسلامی رنگ میں رنگا گیا۔

حواریِ کشمیر اور مبلّغ ثانی

شاہ ہمدان حقیقت میں وادی جموں و کشمیر کے مبلغ ثانی ہیں اگرچہ اس سرزمین میں ان کی ہمہ گیر خدمات سب سے نمایاں اور جامع ہیں اور بجا طور پر انہیں "حواری کشمیر" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان سے قبل حضرت سید شرف الدین عبد الرحمن، بلبل شاہ ترکستانی (م ۷۲۰ھ) نے کوئی دس ہزار افراد کو خلعتِ اسلام سے نوازا تھا انہوں نے ہی بدھ مت کے پیرو، کشمیر کے حاکم، رنچن کو مسلمان کیا اور وادی کے اس پہلے مسلمان حاکم کو سلطان صدر الدین (م ۷۲۸ھ) کا لقب دیا تھا۔ حضرت بلبل شاہ حنفی کی آمد سے قبل یوں تو اکا دکا مسلمان پہلی صدی ہجری سے بھی وادی میں موجود رہے ! یہ مسلمان محمد بن قاسم کے حملے کے وقت سے راجگانِ کشمیر کی ملازمت کرتے رہے۔ ان میں سے بعض وہ تھے جو راجہ داھر کے مفرور بیٹے کے تعاقب میں کشمیر جا پہنچے تھے۔ اور کچھ وہ تھے جنہیں راجہ تارا پیڈیا (۶۹۰۔ ۷۲۵ء) خراسان کی فتح کے بعد قیدی بنا لایا تھا۔ پانچویں صدی ہجری کے اول میں سلطان محمود غزنوی کے سہ گانہ حملوں نے مسلمانوں کی تعداد میں کچھ اضافہ کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت بلبل شاہ سہروردی کی تشریف آوری سے قبل، یہاں مسلمانوں کی کوئی خاص تعداد نہ تھی۔ جو تھوڑے سے مسلمان یہاں موجود تھے۔ وہ بھی مظلوم اور ڈرے سہمے زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت بلبل شاہ کی تبلیغات کے نتیجے میں مسلمانوں کی تعداد بڑھی اور ان کے حوصلے بلند ہوئے تھے۔ مگر حضرت موصوف اور سلطان صدر الدین

کی وفات کے بعد حالات نے خراب رخ اختیار کر لیا اور کوئی پندرہ سال تک افراتفری اور خون خرابہ جاری رہا۔

سلطان صدرالدین کی بیوی کوٹہ رانی جو سفید وسیاہ کی مالک تھی، سلطان کی وفات کے بعد مرتد ہوگئی اور دوبارہ بدھ مت قبول کر لیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے صرف مصلحت کے تحت مسلمان ہونا مانا تھا ورنہ اس کے رگ وپے میں ایمان نے سرایت نہ کی تھی۔ کوٹہ رانی نے سلطان صدرالدین کے بھائی مہادیو (بدھ مت کے پیرو) سے عقد ثانی کروالیا اور بدھ مت کی بالادستی کی خاطر مسلمانوں کو پریشان کیا جانے لگا۔ شاہ مرزا (شاہمیر) سواتی، اس سلطنت کا قدیم اور با اختیار وزیر تھا۔ اس نے حالات سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر کوٹہ رانی نے اس کی پیش نہ چلنے دی۔ ۷۳۹ھ میں سلطان مہادیو انتقال کر گیا۔ کوٹہ رانی اور شاہمیر سواتی کے حامیوں کے درمیان جھنگ چھڑ گئی۔ اسی جنگ ونزاع اور خلفشار کے دور میں حضرت شاہ ہمدان نے ۷۴۰ھ میں وادی سے گذر فرمایا اور ہم اس سے قبل اس نزاع کی طرف اشارہ کرنے کا لکھ آئے ہیں۔ بہر حال ۷۴۳ھ میں شاہ میر سواتی غالب آیا۔ اور اس تاریخ سے "شاہمیری" سلسلۂ حکومت کا آغاز ہوا۔ "شاہمیری" سلاطین نے کوئی اڑھائی صد سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد چک خاندان نے مختصر عرصے کے لیے حکومت کی اور اکبر اعظم کے عہد میں وادی جموں وکشمیر، مغلیہ سلطنت کا جزو بن گیا تھا۔

وادی میں حضرت شاہ ہمدان کی تشریف آوری سے قبل ۷۴۸ھ میں حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیانِ جہانگشت سندھی (م ۷۸۰ھ) نے یہاں کوئی تین ہفتے قیام فرمایا اور لوگوں کو راہ حق دکھائی تھی۔ مگر ان کوششوں کی تفصیل نامعلوم ہے۔ شاہ ہمدان کے مرید، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اسی کام پر مامور تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جس

طرح حضرت بلبل شاہ کو مبلغ اول کا لقب سزاوار ہے۔ اسی طرح شاہ ہمدان کو مبلغ ثانی کا۔ ان دونوں بزرگوں کی خدمات کے مقابلے میں دوسرے مبلغین کی کوششیں ضمنی نوعیت کی ہیں۔

وادی میں حضرت شاہ ہمدان کی خدمات

حضرت شاہ ہمدان زندگی کے آخری تیرہ سال وادی سے ہی منسلک رہے مگر عملاً یہاں کوئی پانچ سال قیام فرمایا ہے: ۷۷۴ ہجری میں کوئی چار ماہ کے قیام کے بعد آپ ملحقہ علاقوں میں تبلیغ کے لیے چلے گئے اور پھر ۷۸۱ھ میں تشریف لائے۔ ۷۸۳ ہجری میں آپ ختلان اور دوسرے علاقوں کے حالات کے مطالعہ پر روانہ ہو گئے۔ اور ۷۸۵ھ میں واپس آئے۔ کشمیر سے آپ کا آخری سفر ذی قعدہ ۷۸۶ ہجری کو عمل میں آیا اور راستے ہی میں آپ نے رحلت فرمائی۔ یوں تو پانچ سال کا عہد معمولی نظر آتا ہے۔ مگر جس حکمت عملی سے آپ نے کام کیا، اس کے نتیجے میں اس عرصے میں وادی کی کایا پلٹ گئی۔ آپ وادی میں ہوں یا وہاں سے باہر، آپ کے مرید اور ہمکار، ہمہ گیر خدمات میں مصروف رہے۔ اور اس طرح وادی کشمیر ہر معاملے میں برصغیر کے دوسرے علاقوں کا ہم پلہ ہو گیا۔ سکھوں، افغانوں اور ڈوگروں کے عہد میں کشمیری مسلمانوں نے بے حد سختیاں جھیلیں (اور ہند کے مقبوضہ علاقے کے حالات کی ابتری اب بھی سب پر روشن ہے) اس کے باوجود کشمیریوں کی اسلام سے غیر معمولی وابستگی میں کوئی کمی نہ آئی، اور یہ وہاں کے بزرگان دین کے سوز نفس کا نتیجہ ہے۔ علامہ اقبال نے (گفتار اقبال صفحہ ۱۷۵) کشمیری مسلمانوں کی خاطر مسلمانان پنجاب سے مدد کی اپنی ایک اپیل میں فرمایا تھا۔

"شمالی مغربی سرحدی صوبہ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے، حدودِ ہندوستان کے اندر، جغرافیائی اعتبار سے کشمیر ہی وہ حصہ ہے جو مذہبی اور کلچرل حیثیت سے خالصتاً اسلامی ہے اور ایسا اسلامی کہ اسلام نے وہاں خدانخواستہ جبر و اکراہ سے گھر پیدا نہیں کیا بلکہ یہ باروو پودا حضرت شاہ ہمدانؒ جیسے نیک اور کامل بزرگان دین کے پاک ہاتھوں کا لگایا ہوا ہے اور ان ہی کی مساعی تبلیغ دین کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے گھر بار اور وطن محض اس لیے ترک کیا کہ رسولؐ اللہ کے لائے ہوئے پیغام سے ان دیار و ممالک کے بسنے والوں کو بہرہ مند کریں اور الحمدللہ کہ وہ اپنے کام میں بدرجہ اتم کامیاب ہوئے ہیں۔"

وادی جموں و کشمیر میں شاہ ہمدان نے جو دینی، رفاہی اور اصلاحی خدمات انجام دیں۔ ان کی سپاسگزاری کی مناسبت سے آپ کے یوم وفات (۶ ذی الحجہ) پر عرس منایا جاتا اور آپ کی خدمات کو سراہا جاتا ہے، وادی کے خواص کے علاوہ، عوام بھی آپ کی غیر معمولی خدمات اور بزرگی سے کافی واقفیت رکھتے ہیں اور مشکل اوقات میں 'یا شاہِ ہمدان' کہہ کر آپ کی پرفتوح روح سے استمداد کرتے ہیں۔

شاہ ہمدان نے اپنے اثر و رسوخ کے مطابق، کشمیر میں دینی و دنیوی تعلیم کے مدارس قائم کروائے، خانقاہیں تعمیر کروائیں، کتب خانے کھلوائے، اس دور کی رائج صنعتوں کی سرپرستی کروائی، عدل و انصاف کے قیام کی خاطر بادشاہوں اور حکام کی راہبری فرمائی اور رفاہِ عامہ کے متعدد کاموں مثلاً راستوں کی تعمیر، باغات بنوانے، جھیلیں اور تالاب بنوانے اور مرمت کروانے، پل تعمیر کروانے اور ایسے ہی دوسرے کاموں کی خاطر بادشاہوں اور حاکموں کو آمادۂ عمل کیا۔ شالیں بننے، قالین بنانے، برتن تیار کرنے، ٹوپیاں سینے اور لکڑی کے کام وغیرہ کے سلسلے میں شاہ ہمدان اور ان کے مریدوں نے ایرانی

روش اپنانے کی راہنمائی فرمائی۔ شاہ ہمدان نے سلطان شہاب الدین اور قطب الدین کو نہریں نکلوانے، پارک بنوانے، مسافر خانے، یتیم خانے اور ہسپتال وغیرہ بنوانے کے بارے میں خاص تاکید کی اور بادشاہوں نے اپنے مرشد حقانی کی ان راہنمائیوں کو دل وجان سے مان لیا۔ شال بافی کشمیر کی قدیم صنعت تھی جو اب بھی قائم ہے۔ اگر شاہ ہمدان بادشاہوں کو اس صنعت کی سرپرستی پر آمادہ نہ کرتے، تو یہ صفحہ ہستی سے مٹ گئی ہوتی۔ شاہ ہمدان نے اپنا ذاتی کتب خانہ ختلان سے کشمیر منتقل کر دیا اور سید محمد قاضی کو یہاں بھی ناظم مقرر کیا۔ سلطان قطب الدین اس کتب خانے کو دیکھنے آیا اور بے حد متاثر ہوا۔ اس کتب خانے کے دوسرے ناظم ملا احمد تھے۔

شاہ ہمدان نے وادی کشمیر کو ایران کا بدل بنانا چاہا اور بنا دیا۔ ایک فقیر الی اللہ ہوتے ہوئے بھی وہ دین و دنیا کے امور پر یکساں توجہ رکھتے اور چھوٹی بڑی ہر بات پر دھیان رکھتے تھے۔ اس توجہ سے ہی وادی "ایران صغیر" بنا۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی کا ذکر ہو چکا آپ نے اپنے ذاتی سرمائے سے کئی دینی اور دنیوی امور میں معاونت کی۔ ان ہی امور کے پیش نظر علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

خطہ را آں شاہ دریا آستین

داد علم و صنعت و تہذیب و دین

آفرید آں مرد "ایران صغیر"

با ہنرہائے غریب و دل پذیر

ترجمہ:- دریا دل شاہ ہمدان نے خطہ کشمیر کو علم، صنعت، تہذیب اور دین عطا کیا اس مرد کامل نے عجیب اور دل کو موہ جانے والے ہنروں کی مدد سے یہاں "ایران صغیر"

پیدا کر دیا۔

عام اثرات

شاہ ہمدان نے سلطان کشمیر شہاب الدین کو جنگجوئی اور جوع الارضی سے روکا۔ آپ نے سادات اور غیر سادات کے درمیان رشتہ داریاں قائم کروائیں اور برصغیر کے مخصوص ماحول میں یہ اقدام ،جدت سے خالی نہیں کہ میر سید حسن بہادر بیہقی نے سلطان فیروز شاہ تغلق کی بیٹی سے عقد کیا۔ سلطان قطب الدین کی بیوی سادات میں سے تھی اور اس کے بطن سے سلطان اسکندر پیدا ہوا۔ شاہ ہمدان کے صاحبزادے میر سید محمد ہمدانی نے میر سید حسن بہادر کی دختر سے نکاح کیا تھا۔ اور اس کی وفات کے بعد سلطان اسکندر کے نو مسلمان وزیر، سیف الدین بٹ کی بیٹی سے ازدواج کیا تھا۔

شاہ ہمدان کو لوگوں نے یوں ہی حنبلی اور حنفی فقہی مذہب بلکہ تشیع سے بھی منسوب کیا ہے اصل میں آپ شافعی مسلک کے پیرو تھے۔ حضرت بلبل شاہ نے حنفی فقہ پر اسلام پھیلایا تھا شاہ ہمدان نے شافعی طریقے کے پیرو ہوتے ہوئے حنفی فقہ کی حمایت کی اور حضرت بلبل شاہ کے کام کو آگے بڑھایا۔ آپ اپنی کتابوں میں حنفیوں اور شافعیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ کے اختلافات ترک کر دیں اور پورے اسلام پر نظر رکھیں۔ اس امر سے شاہ صاحب کی دسیع مشربی واضح ہے کہ فقہی اختلافات کے عہد میں بھی، آپ نے ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دی ہے۔

شاہ ہمدان نے وادی میں فارسی اور عربی زبانوں کو رواج دلوایا۔ ان کے زیر اثر رفتہ رفتہ سنسکرت کا رواج کمتر ہوگیا اور عربی و فارسی کا اثر بڑھتا چلا گیا۔ یہ اثر اتنا گہرا

تھا کہ آج تک محسوس کیا جا رہا ہے۔ آپ نے اسلامی تہذیب و ثقافت کو اپنانے پر زور دیا۔ ہندو اور بدھ مت کے لوگوں کے لباس کی جگہ، لوگوں کو تلقین کی کہ برصغیر اور ایران و عرب کے مسلمانوں کا سا شعار اختیار کریں۔ شراب کی کشید کرنے، ساز و آواز (مزامیر) کے ساتھ سماع اور ناچ گانے پر آپ نے قانوناً پابندی لگوادی، محکمۂ احتساب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، شرعِ اسلامی کے مطابق قائم کردیا۔ شاہ ہمدان اور ان کے ساتھی وادی میں مہمان اور محترم تھے۔ وہ پناہ گزیں اور دست نگر نہ تھے۔ دینی کام کے ساتھ ہر کوئی کسب کرتا اور اکلِ حلال حاصل کرتا۔ یہ حضرات نذر و نیاز بآسانی قبول نہ کرتے اور اگر اصرار بڑھ جاتا تو اسے خانقاہ کے لنگر کے لیے مخصوص کرتے یا حاجت مندوں میں تقسیم کروا دیتے۔ خود شاہِ ہمدان، کلاہ باف تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بڑی نفیس ٹوپیاں بناتے اور ان کی فروخت سے روزی حاصل کرتے تھے۔ آپ نے ایک ٹوپی سلطان قطب الدین کو تحفے کے طور پر دی، سلطان نے اس کا ایسا احترام کیا کہ تاج کے نیچے پہنا اور بعد کے سلاطین نے اسے ایک عظیم ورثے کے طور پر سنبھالے رکھا۔ سلطان فتح شاہ (م ۹۲۵ھ) نے وصیت کی کہ اس ٹوپی کو اس کی نعش کے ساتھ دفن کردیا جائے۔ سلطان نے لکھا: "اس کلاہ کی برکت سے امید ہے کہ مجھ پر برزخ اور حشر کی منزلیں آسان ہوں گی"۔ کلاہ شاہ ہمدان کی تدفین کا کام، بدفالی ثابت ہوا۔ بعض بزرگوں نے کہا کہ سلسلۂ شاہمیری کا زوال قریب آ پہنچا چنانچہ ۲۰ سال ۹۶۲ھ میں غازی چک برسرِ اقتدار آیا۔ اور شاہمیری سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔

نواحِ کشمیر میں سرگرمیاں:-

شاہ ہمدان کے دورِ حیات میں "کشمیر" کا لفظ بڑے علاقہ کی خاطر بولا جاتا تھا۔ موجودہ حدود کی اور ہی کیفیت ہے۔ لہٰذا جن علاقوں کو آج نواحِ کشمیر کہتے ہیں، ان میں سے اکثر ان دنوں وادی کا جزو تھے۔ شاہ ہمدان نے روسی ترکستان کے اس علاقے میں گذر گیا۔ جہاں اصحاب کہف کی غار بتائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ تبت، لداخ، بلتستان، گلگت اور نگر وغیرہ کے علاقوں میں گئے، اور یہاں پہلی بار اسلام کی آواز پہنچائی۔ ان علاقوں کے دور افتادگی کا اندازہ لگائیے، اور پھر شاہ ہمدان کی ہمت کا خیال کیجئے۔ بلتستان کے آپ پہلے اسلامی مبلغ مانے جاتے ہیں اور اس علاقے کے باشندے آپ کے بے حد معتقد ہیں۔ نوربخشی فرقہ، سنیوں اور شیعوں کے عقائد کا ایک عجیب آمیزہ ہے، اور اس فرقے کے کئی ہزار افراد بلتستان اور اس کے نواح میں آباد ہیں۔ اس فرقہ کے بانی حضرت میر سید محمد نوربخش (م ۸۶۹ھ) حضرت خواجہ ختلانی کے شاگرد تھے۔ جو شاہ ہمدان کے مرید اور داماد تھے۔ اس بنا پر نوربخشی لوگ بھی حضرت شاہ ہمدان کا بے حد احترام کرتے ہیں، گلگت میں بھی آوازِ حق، شاہ ہمدان نے ہی پہنچائی۔ ان علاقوں اور نگر میں حضرت شاہ ہمدان نے اسلام پھیلتے ہی مساجد اور خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ یہاں اور پھر طوپچی میں کئی مساجد، مساجدِ حضرت امیرؒ کے نام سے معروف اور اب بھی باقی ہیں۔ پھر دوپچی میں ایک مسجد کے اندرونی حصے میں سورۂ مزمل کے نقش موجود ہیں، جسے شاہ ہمدان نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ شاہ ہمدان نے اپنا مشہور رسالہ "مجموعہ اوراد فتحیہ" بلتستان کے قیام کے دوران مرتب فرمایا ہے۔ شاہ صاحب نے نواحِ کشمیر کے ان خطوں میں کوئی پانچ سال قیام فرمایا اور یہاں اسلامی تہذیب و تمدن کے نقوش

پیوست فرمائے ہیں۔ افسوس کہ ہمیں ان علاقوں میں شاہ ہمدان کی جملہ خدمات کے بارے میں ہمارے منابع خاموش ہیں، مگر اتنا ظاہر ہے کہ اس مرد درویش نے ہی ان دور افتادہ علاقوں کی بگڑی بنائی ہے۔ اس سے حضرت موصوف کی اصلاحات اور تبلیغات کے وسیع دائرے کا اندازہ لگا جا سکتا ہے۔ حضرت شاہ ہمدان ۷۷۴ اور ۷۸۶ھ کے درمیانی سالوں میں نواحِ کشمیر کے علاقوں میں تشریف فرما رہے ہیں۔

زندگی کے آخری ایّام

شاہ ہمدان نے ۷۷۴ ہجری میں کشمیر کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس کے بعد کا ۱۲ سالہ عرصہ آپ نے وادی، اس کے نواح اور بعض دور و دراز علاقوں کی بامقصد سیاحت میں گزارا۔ کتاب خلاصۃ المناقب اور رسالہ مستورات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نائرِ دوم، بزرگ بڑی تندہی سے مخلوقاتِ خدا کی راہنمائی میں لگا رہا اور ہر طبقۂ خیال کے لوگوں سے ملتا رہا ہے۔ روس ترکستان کے مقام پر تبچان ، میں بعض روایات کے مطابق اصحاب کہف کی غار ہے ، جسے آپ نے اس عرصے میں زیارت کیا۔ شاہ ہمدان نے بارہ مرتبہ حج کیا، اور قرائن بتاتے ہیں کہ آپ نے بعض حج اس مدت میں بھی ادا کیے ہیں۔ اس عرصے میں آپ وادی جموں و کشمیر کے دینی و علمی اداروں میں باقاعدہ توسیع کرواتے رہے۔ سید محمد قاضی کے انتقال کے بعد، شاہ ہمدان کے کتب خانے کی نظامت ملا احمد (علامہ) کے سپرد کی گئی۔ شاہ ہمدان نے ایک مدرسۂ قرأت قائم کروایا جس کے فارغ التحصیل افراد میں ایک شیخ سلیمان تھے، جنہیں "ابوالقرا" کا نام دیا گیا ہے۔

شاہ ہمدان اپنے آخری قیام کے دوران ماہِ ذی قعدہ ۷۸۶ ہجری تک وادی میں رہے اس وقت آپ ختلان (کولاب) کی طرف چلے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آپ آب وہوا کی تبدیلی کی خاطر اس طرف جا رہے تھے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کے سفر کا مقصد حج یا عمرہ لکھا ہے۔ بہر حال، وجہ جو بھی ہو، آپ وادی سے نکلے اور پکھلی وکنٹر کے حاکم سلطان خضر حیات کے ہاں گئے (پکھلی ایک تو ضلع ہزارہ کی تحصیل مانسہرہ سے لے کر کنٹر، افغانستان کے سرحدی علاقے کا خطہ ہے اور دوسرا ایک مقام ہے جو کنٹر کے قریب واقع ہے) سلطان خضر شاہ آپ کا ارادت مند تھا۔ اور آپ سے نصیحت اور راہنمائی کا طالب تھا۔ شاہ ہمدان نے سلطان کی خاطر ایک "وصیت نامہ" لکھا جس میں رعایا کے ہر طبقے کے ساتھ عدل وانصاف برتنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس "وصیت نامہ" کے لکھنے کے بعد آپ اپنا سفر جاری کرنے والے تھے۔ مگر سلطان خضر شاہ اور اس علاقے کے آپ کے مریدوں نے آپ سے التماس کی کہ مزید اور قیام فرمائیں اور لوگوں کو وعظ وارشاد سے مستفید فرمائیں۔ آپ وہاں کے قیام کے دوران ہی یکم ذی الحجہ کو بیمار ہو گئے۔ پانچ دن رات پانی پینے کے علاوہ کھانے پینے سے احتراز فرمایا اور آخر چہارشنبہ ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ ہجری کو وہیں انتقال فرمایا۔ مرض الموت کے دوران آپ نے مریدوں کو حق گوئی اور استقامت کی تلقین فرمائی۔ آپ نے اپنے فرزند حضرت میر سید محمد ہمدانی کی خاطر بھی ایک وصیت لکھی۔ اس بیماری کے دوران آپ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا ورد کرتے رہے اور جیسا کہ مولانا محمد آنی نے اپنے اشعار میں بیان فرمایا، ابجد کی رو سے یہ کلمات آپ کی تاریخ وفات (۷۸۶) بنتے ہیں۔

حضرت شاہ ہمدان کریم ۔ آیۂ رحمت ز کلام قدیم
گفت دو دم آخر و تاریخ شد ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شاہ ہمدان نے جس جگہ انتقال فرمایا، وہاں ایک زیارت گاہ قائم ہے۔ شاہنشاہ محمد ظہیر الدین بابر (م۔ ۹۳۷ھ) نے "توزکِ بابری" میں اس زیارت گاہ کا خاص ذکر کیا ہے۔

نعش مبارک کی منتقلی اور تدفین

اوپر ذکر ہوا ہے کہ شاہ ہمدان نے اپنے مزار کی خاطر 'ختلان' کو مخصوص کیا اور اس ضمن میں مریدوں کو وصیت کر رکھی تھی۔ اس کے مطابق آپ کے مریدین، نعش مبارک کو منتقل کرنے والے تھے مگر آپ کے ارادت مندوں میں نزاع ہو گیا۔ حضرت شاہ ہمدان کے پائے کے بزرگ اور مرشد کا انتقال کوئی معمولی سانحہ نہ تھا۔ وادی جموں و کشمیر سے ایران کے دور و دراز نقاط تک اس سانحہ نے مریدوں کو غمزدہ اور بے حال کر دیا تھا۔ اس بے حالی کے عالم میں کشمیریوں نے نعش کو 'علاؤالدین پورہ' لے جانے کا اصرار کیا، پکھلی اور کنڑ کے باشندے آپ کو مقام انتقال پر ہی دفن کرنے پر مصر تھے آپ کے ساتھی مریدوں کو ان کی وصیت کے مطابق نعش مبارک کو ختلان لے جانے پر اصرار تھا (اس نزاع کی مختصر کیفیت خزینۃ الاصفیا جلد دوم مصنفہ غلام سرور لاہوری میں بھی درج ہے) اس وقت شاہ ہمدان کے چالیس سال تک ساتھ کرنے والے مرید، شیخ قوام الدین بدخشی نے کہا۔ "کشمیر اور پکھلی کے لوگ تابوت نہیں لے جا سکتے وہ باری باری کوشش کر لیں۔ اگر ان میں سے کوئی گروہ شاہ ہمدان کے تابوت کو حرکت دے سکا یا زمین سے اٹھا سکا، تو ہم نعش کو ختلان لے جانے کے مطالبے سے دستبردار ہو جائیں گے، کہتے ہیں کہ دونوں گروہوں کی انتہائی کوشش کے باوجود تابوت کو جنبش تک نہ ہوئی۔ اب شیخ قوام الدین آگے بڑھے اور

تابوت کو اکیلے اٹھاتے ہوئے فرمایا: "آپ وصیت کی صداقت دیکھ چکے۔ اب ہمیں جانے دیں!" سلطان خضر شاہ، ولی عہد سلطان شاہ نیز آپ کے مریدوں شیخ قوام الدین بدخشی، مولانا محمد ایرانی، سید زادہ شمس الدین ماخانی نے تابوت کو اٹھایا اور مخلوق کے جم غفیر کے ساتھ ختلان کی راہ لی۔ عام لوگ اور سلطان خضر شاہ کافی دور جا کر لوٹ آئے اور باقی ارادت مندوں نے ۱۴ ذی الحجہ ۷۸۶ ہجری کو نعش مبارک ختلان پہنچا کر دفن کی۔ گویا ۹ دن رات میں نعش کو ختلان لایا گیا تھا۔

شاہ ہمدان نے گرمی کے موسم میں انتقال فرمایا، اس کے باوجود جب آپ کی نعش ختلان پہنچی، تو تابوت سے خوشبو آ رہی تھی۔ راستے میں تابوت پر بادل سایہ افگن رہے۔ شیخ جعفر بدخشی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر میہنی (م ۴۴۰ھ) کے مزار سے خوشبو آتی رہی، شاہ ہمدان جنہوں نے ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ پُر سلوک کی دنیا کی گذارا، اگر ان کی تابوت سے خوشبو آئی۔ تو تعجب کی کونسی بات ہے؟۔

شاہ ہمدان کی آخری قیام گاہ

شاہ ہمدان کا مزار اب تک اچھی حالت میں اور تاجیکستان کے مسلمانوں کی خاطر ایک معروف زیارت گاہ ہے۔ سلطان اسکندر شاہمیری نے کشمیر سے سنگ مرمر کے جو کتبے ہاتھیوں پر لدوا کر بھیجے تھے؛ وہ بھی موجود بتائے جاتے ہیں۔ مزار کی آخری مرمتی ۱۹۳۹ء میں ہوئی ہے۔ استاد سعید نفیسی مرحوم کے بقول، مزار کے نواح میں ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا ہے اور مسجد تو پہلے سے موجود ہے۔ مزار سنگ سرخ کا ہے اور امیر تیمور کے مزار واقع سمرقند کی عمارت کے شبیہ ہے۔

کہتے ہیں کہ اس مزار کو امیر تیمور یا سلطان شاہرخ بن تیمور نے بنوایا تھا۔ ہم لکھ چکے ہیں کہ امیر تیمور، حضرت شاہ ہمدان کو جلاوطنی کا حکم دینے پر نادم تھا۔ اور سلطان شاہرخ کو اگرچہ آپ کے مرید اور داماد خواجہ اسحٰق اور خواجہ کے مرید میر سید محمد نور بخش کی تحریکوں نے بہت پریشان کیا، مگر شاہ ہمدان سے اسے ارادت تھی۔ اس لیے مزار کے یہ دو کمرے شاید اسی نے بنوائے ہوں۔ تعجب ہے کہ اس علاقے میں کئی زلزلے آئے، مگر حضرت شاہ صاحب کا مزار ہر گزند سے پوری طرح محفوظ رہا ہے۔ اس مزار کے ایک کمرے میں حضرت شاہ ہمدان کی قبر ہے اور دوسرے میں آپ کے خاندان کے افراد اور مریدوں میں سے دس افراد مدفون ہیں۔ ان میں ایک آپ کی بہن سیدہ ماہ خراسانی ہے اور دوسرے آپ کے فرزند حضرت میر سید محمد ہمدانیؒ۔

حضرت شاہ ہمدان کی سیرت:۔

شاہ ہمدان آٹھویں صدی ہجری کے عظیم اولیاء اللہ اور مصلحین میں سے تھے انہوں نے پوری زندگی سیر و سیاحت، درس وعظ، تبلیغ و اصلاح اور ادنیٰ و اعلیٰ افراد کی رہنمائی میں گذاری ہے۔ مؤرخین اور معاصرین نے آپ کے زہد تقویٰ، سخت مجاہدات اور کرامات کو تفصیل سے پیش کیا، مگر ہم نے ان باتوں میں سے بعض، محض سلسلۂ کلام میں بیان کی ہیں (یاد رہے کہ رسالہ مستورات میں ایک پورا باب کرامات کی خاطر وقف ہے) نبوت کا سب سے بڑا معجزہ یا ولایت کی سب سے بڑی کرامات غالباً، دلوں کی تسخیر و سیرت و کردار میں تغیر، ہے اور اس معاملے میں شاہ ہمدان کی خدمات ممتاز تر ہیں۔

آپ متحمل مزاج، بردبار، صورت کے وجیہہ، بات کی شیریں، قول کے پکے،

باہمت اور حق گو تھے ذاتی معاملات میں بہ جمال اور دینی معاملات میں بے انتہا جلالی تھے۔ وہ بغایت سخی اور حقیقی معنوں میں "جوانمرد" تھے۔ تربیت کے دوران مرید آپ سے خائف رہتے مگر بعد میں آپ انہیں گویا اپنے احباب میں شامل کر لیتے۔ فرمایا "ایک سچے خواب کے ذریعے مجھے معلوم ہوا کہ مریدوں پر میری سختی ان کی روحانی ترقی کے لیے مفید ہے"۔ جعفر بدخشی لکھتا ہے :۔ ایک مرتبہ میں نے ایک روحانی راز وقت سے پہلے ظاہر کرنا چاہا۔ مگر شاہ ہمدان نے ایسا کرنے سے مجھے منع فرمایا۔ میں آپ کا اشارہ نہ سمجھ سکا۔ شاہ صاحب جلال میں آ گئے اور فرمایا "میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ ورنہ عصا سے سر توڑ دوں گا"۔ اس دن سے میں روحانی رموز کے بارے میں محتاط ہو گیا۔ ورنہ شاید کئی خطائیں کرتا"۔ شاہ ہمدان کی نظروں میں غیر معمولی جذب و تاثیر تھی۔ اور مخاطب ان سے نگاہ نہیں ملا سکتے تھے۔ اس ضمن میں کشمیر کی مشہور خاتون للہ دید عارفہ کا واقعہ دلچسپ ہے۔

للہ ایک مجذوب عورت تھی۔ وہ شاعرہ اور بظاہر عاقلہ تھی۔ مگر غیر شرعی حرکات کرتی اور نیم عریاں حالت میں رہتی۔ لوگوں نے اسے نصیحت کی کہ ستر اختیار کرو۔ مگر للہ جواب دیتی: یہاں مرد کہاں ہے۔ جس سے ستر اختیار کروں؟ آخر ایک دن وہ حضرت شاہ ہمدان سے آنکھیں دوچار کر بیٹھی۔ حضرت موصوف کی نگاہ پڑی اور اس کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ دوڑی دوڑی گھر آئی اور کہا: "آج سے ستر ضروری ہے۔ ایک مرد دیکھ لیا"۔ شاہ ہمدان کی اسی خصوصیت کے بارے میں اقبال کا معروف مصرع ہے کہ:

یک نگاہِ او گشاید صد گرہ

(شاہ ہمدان کی ایک نگاہ سے سینکڑوں گرہیں کھل جاتی تھیں)

شاہ ہمدان، قرآن مجید کے حافظ تھے اور جعفر بدخشی کا قول شاہد ہے کہ آپ اکثر تلاوت

میں مصروف رہتے تھے، اور آپ کا سوزِ قرأت بڑا مؤثر تھا۔ اپنی عبادات کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا: "میں نے اپنے دادا حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی روش پر عمل کیا ہے، اور گذشتہ بزرگوں کی جملہ عبادات پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے"۔ ایک بار مریدوں سے فرمایا:۔

" میں گذشتہ پچاس سال میں اپنے اختیار سے زمین پر نہیں سویا۔ تھکاوٹ میں نیند آجانا اور اس حالت میں ستالینا البتہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ مجھے اپنی عبادات اور مجاہدات پر کوئی فخر نہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمالِ نبوت کے باوجود راتوں کو اتنی عبادت فرماتے کہ آپ کے پاؤں میں ورم پڑ جاتے تھے، تو ہمیں ایسا کر لینے پر کیا فخر ہوگا؟ عزیزو، تم ذرا اپنی محنت پر غور کرو جس پر بڑی بزرگی کے طالب بنے بیٹھے ہو"۔

شاہ ہمدان، معاصرین کی نظر میں بے حد محترم تھے۔ حضرت سید نورالدین شاہ ولی کرمانی (م ۸۳۴ھ) کی جلالتِ شان سے کسے انکار ہے؟۔ حضرت شاہ ہمدان، خواجہ اسحٰق کے ساتھ حج کرنے جا رہے تھے۔ کرمان پہنچے تو حضرت شاہ ولی کرمانی کو خبر ہوئی۔ وہ بیمار تھے اس لیے حاضرِ خدمت نہ ہو سکے۔ اپنے ایک مرید کو دستار کا تحفہ دے کر بھیجا اور عرض کی کہ شاہ ہمدان اپنے جوتوں کا پاتا وہ عنایت فرمائیں۔ اس سے حضرت شاہ ہمدان کی بلند مقامی واضح ہے۔ خلاصۃ المناقب کا مصنف لکھتا ہے: "اگر دنیا میں چالیس شاہ نعمت اللہ ہوں، تو علی ہمدانی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے"۔ رسالہ مستورات کا مؤلف لکھتا ہے: "میں نے عالم مراقبہ میں دیکھا کہ علی ہمدانیؒ، روحانی اعتبار سے حضرت امام محمد غزالی سے بلند تر مقام پر فائز ہیں"۔ واللہ اعلم۔

بادشاہوں اور حکام کے راہنما

حضرت شاہ ہمدان ان معدودے چند اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام میں سے ہیں جنہوں نے کئی بادشاہوں اور حکام کی عملی راہنمائی فرمائی اور لوگوں کی بہتری کی خاطر راہ ہموار فرمائی ہے اس لیے آپ کے مراسم مرشدانہ تھے۔ اور ان مراسم سے آپ نے ذرہ برابر ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا۔ چونکہ طبقۂ بالا کی اصلاح کا اثر عوام پر پڑتا ہے، اسی خاطر شاہ ہمدان نے بادشاہوں اور حکام کی رہنمائی کو اپنا شعار بنائے رکھا اور اس لیے علامہ اقبال نے آپ کو "محرم اسرارِ شاہاں" (بادشاہوں کے بھیدوں کے رازدار) کا لقب دیا ہے۔

شاہ ہمدان نے اردبیل، ختلان، بلخ و بخارا، بدخشاں، نگر، بلتستان، پکھلی و کنٹر کے حاکموں کی راہبری فرمائی اور اس ضمن میں آپ کے رسالے مناجات، واردات موچلکہ، تلقینیہ، فقریہ (سب فارسی) اور ذکریہ (عربی) نیز خطوط شاہد ہیں۔ ان رسالوں اور خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ علاقوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں احتسابی سرگرمیاں اور رفاہ عامہ کے کئی کام شاہ ہمدان کی زیر ہدایت انجام پذیر رہے ہیں۔ اس کے باوجود مذکورہ علاقوں میں حضرت ممدوح کی خدمات کی تفصیل نامعلوم ہے۔ اس کے مقابلے میں وادی جموں و کشمیر میں آپ کی کوششوں کی کیفیت پوری توضیح کے ساتھ دستیاب ہے۔ بعض امور کا ذکر آ گیا، اور کچھ باتوں کا ذکر کرنا مناسب نظر آتا ہے۔

شاہ ہمدان جب وادی میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ سلطان شہاب الدین نے

لاعلمی کی بنا پر دو سگی بہنوں سے ایک ساتھ عقد کر رکھا ہے۔ آپ کی راہنمائی پر اس نے ایک بیوی کو طلاق دے دی اور اپنے اس فعل سے توبہ کی۔ سلطان کا ہندوانہ لباس بھی شاہ ہمدان نے ترک کروایا۔ اس سلطان اور اس کے جانشین سلطان قطب الدین نے شرعِ اسلامی کے نفاذ کی خاطر پوری کوشش کی اور غیر مسلم آبادی سے عمدہ سلوک کیا ہے۔ اس کام کو سلطان اسکندر بت شکن نے امیر سید محمد ہمدانی کی زیرِ ہدایت، اور آگے بڑھایا اور مثالی حکومت کی ہے۔

بیانِ حق

شاہ ہمدان بادشاہوں اور حاکموں کو ہمیشہ تلخ حق گوئی سے خطاب کرتے۔ اور بیان حق کے مقابلے میں ان کے جاہ و مرتبہ کی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اس سلسلے میں رسالہ قدسیہ (عقبات)، کا ایک اقتباس، ریاکاری سے بچنے کی تلقین، ملاحظہ ہو۔ یہ رسالہ شاہ صاحب مرحوم نے سلطان قطب الدین شاہمیری کی خاطر لکھا اور اسے چار عقبات (مشکل گھاٹیوں) — ہوس، غرور، ظلم اور ریاکاری — سے بچنے کی نصیحت کی ہے۔

"میرے عزیز، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ (تم میں سے زیادہ قابلِ احترام وہ ہے' جو زیادہ پرہیز گار ہو۔ لیکن تم سنہری انگشتری پہننے اور ریشمی لباس زیب تن کرنے والوں، شاندار گھوڑوں پر سواری کرنے والوں اور زرق برق غلاموں کے دستہ بستہ کھڑے رکھنے والوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہو۔ خواہ ان کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ ہمیں معلوم ہے کہ دنیا کے فائدے حاصل کرنے کی خاطر تم فاسق و فاجر امیروں کے بارے میں اپنے قانون میں لچک پیدا کر دیتے ہو اور انہیں سزا سے بچا لیتے ہو۔ تم ان بدکار لوگوں کو جان بوجھ

کر عمدہ بوجھ کر عمدہ کردار کے تصدیق سے دیتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے مقابلے میں تمہیں بدکار امرا اور فاسق ارکانِ حکومت کی خوشنودی کا کہیں زیادہ خیال ہے۔ اس عمل پر تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم اپنے دعویٰ اسلام کے بارے میں کتنے پانی میں ہو اور ایک مسلمان سلطان کا تمہیں لقب کس حد تک سزاوار ہے؟ تمہیں میں اصلاحِ حال کے لیے تنبیہ کر رہا ہوں۔ تم سنبھل جاؤ، تو تمہاری رعایا سنبھلے گی۔ تم مایوس نہ ہو۔ مگر کوشش کر کے اپنے ایمان و عمل میں ہم آہنگی پیدا کرو۔ اپنے کاموں میں خلوص پیدا کرو۔ ریاکاری اور ظاہرداری سے بچو۔ یاد رکھو کہ ہوا و ہوس اور ظاہرداری سے بچنا، سب رعایا کے ساتھ یکساں سلوک کرنا اور خدائے تعالیٰ کی شریعت کو عملی طور پر نافذ کرنا، آسان کام نہیں، لیکن اگر اپنی اصلاح کر لی جائے، تو پھر یہ کام آسان نظر آتے ہیں....."

شاہ ہمدان نے اکلِ حلال، محنت، تن دہی اور عمل کے لیے راہ ہموار کی فقہی مسلک میں ان کی بے تعصبی کا ذکر گذر گیا۔ رسالہ 'خواطریہ' (عربی) میں البتہ آپ نے صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہنے والوں پر خاطر خواہ انتقاد لکھا ہے۔ وہ حکام کو نصیحت کرتے تھے کہ ذاتی رنجشوں کو بھلا دیں۔ اور شریعت کی بالادستی قائم کرنے میں کوشاں ہوں شاہ ہمدان نے غیر مسلموں سے حسنِ سلوک کرنے اور نومسلموں کی تالیفِ قلوب کی خاطر بڑا زور دیا ہے۔ ان کا رسالہ "قرآن مجید کی ناسخ اور منسوخ آیات" (عربی) شاہد ہے کہ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں اپنے ہم عصر مسلمانوں کے حوصلے خوب بڑھائے ہیں۔

اولاد، مریدین اور معنوی فیضان

شاہ ہمدان کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹی بظاہر بیٹے سے بڑی تھیں اور وہ خواجہ اسحٰق ختلانی کے حبالۂ نکاح میں آئی ہیں۔ آپ کے فرزند حضرت میر سید محمد ہمدانی بڑے معروف ہیں۔ "رسالہ در تصوف" اور "شرح شمسیہ در منطق" نامی دو کتابیں بھی آپ نے لکھی ہیں۔ شاہ ہمدان جب وادی کشمیر میں تشریف لائے، تو اہل و عیال کو ساتھ نہیں لائے تھے میر سید محمد نے ہمدان اور ختلان میں تربیت پائی۔ مولانا محمد آنی اور خواجہ اسحٰق ختلانی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ ۲۲ سال کی عمر میں آپ ۷۹۶ھ میں کشمیر آئے۔ آپ کے ساتھ کوئی ۳۰۰ ایرانی سادات ہجرت کر کے یہاں تشریف لائے۔ میر سید محمد ہمدانی نے اپنے والد بزرگوار کے کام کو جاری رکھا۔ آپ نے مسجد شاہ ہمدان قائم کروائی (۷۹۹ھ) کشمیر کے گوشے گوشے میں مسجدیں اور خانقاہیں بنوائیں۔ اور مخالفوں اور حاسدوں کے ہجوم میں دین کی تبلیغ اور لوگوں کی اصلاح کا کام کرتے رہے۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ آپ نے موجودہ آزاد کشمیر کے علاقے میں زیادہ کام کیا ہے اور ان کی تعمیر کردہ خانقاہوں کے آثار بعض جگہوں مثلاً بٹن اور بن میں اب بھی باقی ہیں۔

میر سید محمد ہمدانی، سلطان اسکندر شاہمیری کے مرشد تھے۔ سلطان نے انہیں احتساب کے لیے ہدایات دینے کا کہا۔ آپ کے زیر ہدایت بدعتوں اور خلاف شرع باتوں پر مکمل پابندی لگ گئی تھی۔ ہندو عورتیں ستی کی رسم ادا نہیں کر سکتی تھیں (اس رسم کو انگریزوں نے انیسویں صدی عیسوی میں برصغیر میں ممنوع قرار دیا تھا) قمار بازی، شراب رقص و سرود اور سازوں کے ساتھ سماع کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی تھی سلطان

اسکندر نے کافی اراضی آپ کے اختیار میں دی تھی۔ اس اراضی کو آپ نے وقف قرار دیا۔ اور اسے نظام اوقاف کے کام لائے۔ میر سید محمد حسنة الدنیا والآخرة کی روش پر عامل تھے۔ حضرت نورالدین رشی کشمیری (۷۷۹، ۸۴۰ھ) نے آپ کی زیر ہدایت ترک دنیا کا طریقہ چھوڑا، اور دین و دنیا کے کاموں میں لگے تھے۔

سید محمد ۸۱۰ ہجری تک وادی میں رہے۔ پھر آپ حج کرنے چلے گئے اور واپسی پر ختلان (کولاب) کو اپنا مرکز بنالیا۔ آپ کا انتقال وہیں ہوا ہے، اور مزار کا ذکر گزر گیا ہے۔

احفاد و اعقاب اور احباب

حضرت شاہ ہمدان کی اولاد اور نسل کو خدا نے بڑی برکت دی اور اب بھی یہ لوگ ہمدان، ختلان، بلخ، بلخاب، کشمیر، پشاور، لاہور، کیمبل پور، بہاولپور، علی گڑھ اور کانپور وغیرہ میں آباد ہیں۔ برصغیر میں آپ کی اولاد کی تفصیل کسی حد تک ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن ہمدانی کی کتاب "ہم اور ہمارے اسلاف" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ شاہ ہمدان کے بیٹے اور بیٹی کی اولاد میں سے بعض بڑے صاحبان کمال پیدا ہوئے۔ جن کا معنوی فیضان ہنوز جاری ہے مثلاً حضرت سید حسن پشاور (م ۱۱۱۵ھ) کی زوجہ اور برصغیر کے مشہور شاعر سید مرزا جان رسا ہمدانی (م - ۱۱۷۴ھ) شاہ ہمدان کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت شاہ ہمدان کے ساتھ ہجرت کرنے والے سادات اور دوسروں کے باکمالوں کا ذکر بڑا طویل ہے۔ ان میں ملا محمد طاہر غنی (م ۱۰۷۹) حاجی محمد کشمیری (م ۱۰۰۶ھ) اور خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی (م ۱۹۱۵ء) قابل ذکر ہیں۔

حضرت شاہ ہمدان کے احباب اور مریدین کی فہرست خاص طویل ہے مخزینہ الاصفیا جلد دوم اور گنجینۂ اسرار مطبوعہ تہران میں اس فہرست کے کسی قدر اسماء موجود ہیں۔ ان میں سے سید اشرف جہانگیر سمنانی، خواجہ اسحٰق ختلانی، نورالدنیا والدین جعفر بدخشی، شیخ محمد آنی، سید محمد قاضی اور سید شمس الدین ختلانی کے نام ہماری تحریر میں پہلے آچکے ہیں۔ ضمناً آپ کے سینکڑوں مرید اور احباب ہمدان میں تھے ختلان دکولاب میں موجود ایک بڑی تعداد انہیں وہاں سے آئی تھی۔ چھ سات سو ان کے ساتھ وادی جموں وکشمیر میں ہجرت کر آئے تھے۔ ان ہی احبا اور اصحاب کے تعاون سے شاہ ہمدان نے اپنے زمانے میں ایک وسیع خطۂ زمین کے باشندوں کی حالت بدلی ہے۔

شاہ ہمدان کا سلسلہ فقر ان کے داماد اور جانشین حضرت خواجہ اسحٰق کے ذریعے چلا اور ایران میں اس وقت بھی چل رہا تھا۔ البتہ اب اسے "کبرویہ" کے بجائے عام طور پر "ذہبیہ" کہتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ لفظ "کبرویہ" کی صفت کے طور پر بولا جاتا ہے۔ "کبرویہ ذہبیہ" پورا نام ہے۔ خواجہ اسحٰق کے ایک مرید حضرت میر سید محمد نور بخش نے "نور بخشیہ" نامی انقلابی سلسلہ شروع کیا۔ البتہ ان کے دوسرے باثر مرید (اور داماد) حضرت شیخ میر سید عبداللہ برزش آبادی (م ۸۷۲ھ) حضرت شاہ ہمدان کے سلسلے کے وفادار رہے۔ شیخ حیدر بدخشی، جنہوں نے رسالہ مستورات (منقبۃ الجواہر) لکھا، ان ہی کے مرید تھے۔ شیخ عبداللہ برزش آبادی موجودہ سلسلہ "کبرویہ ذہبیہ" کے گویا بانی ہیں اگرچہ خواجہ اسحٰق کی نسبت سے یہ سلسلۂ فقر حضرت شاہ ہمدان سے جا منسوب ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ نور بخشی ہوں یا ذہبیہ، حضرت شاہ ہمدان ان سب کے سلسلوں کی ایک کڑی ہیں۔

اوراد و وظائف

شاہ ہمدان نے مسنون دعاؤں اور اوراد و وظائف کا ایک مجموعہ "اوراد فتحیہ" کے نام سے مرتب فرمایا اور اس کا تعارف فارسی میں لکھا۔ اس مجموعہ کا خلاصہ اور ایک شرح بھی دستیاب ہے۔

اوراد و وظائف کا یہ عظیم مجموعہ مدتوں برصغیر، ایران، ترکی اور دوسرے ممالک کی مساجد اور خانقاہوں میں قابلِ استفادہ رہا ہے

'کبرویہ' سلسلے میں 'ذکر خفی' (آہستہ اور دل کے ذکر) پر زور دیا جاتا ہے۔

'لا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'

اس سلسلے میں سب سے افضل ذکر ہے۔ حضرت شاہ ہمدان نے اپنے رسالے ذکریہ (عربی) اور ذکریہ فارسی، جو زیادہ تفصیل سے ہے، میں 'ذکر خفی' کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ 'ذکر خفی' زبان اور حلق کی نہیں، دل کی آواز ہے۔ اس میں ظاہرداری کا شائبہ نہیں، اس میں مناجات (اللہ سے راز و نیاز کی باتیں عرض کرنا) کا ذوق و شوق پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ 'مجھے خفیہ اور آہستہ پکارو' ذکر خفی اس تعلیم کے بھی مطابق ہے۔

مجموعہ اوراد فتحیہ میں مختلف عبادات، نفلیات اور وظائف کے اوقات بیان کیے گئے ہیں۔ اس مجموعے کو آپ نے بلتستان کے قیام کے دوران مرتب کیا یہ زیادہ تر حدیث رسولؐ کی چھ صحیح تر کتابوں (صحاحِ ستہ) پر مبنی ہے۔ مرتب فرماتے ہیں کہ عالمِ خواب میں، جزیرہ سراندیپ کے قیام کے دوران، حضرت نجم الدین کبریٰؒ نے اس مجموعے

کو پسند فرمایا۔ مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس، فلسطین) کے صحن میں ایک اور مبارک خواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے آپ کو زیارت سے مشرف فرمایا۔ اور اس مجموعہ کی ترتیب سے اظہارِ پسندیدگی فرمائی۔

شاہ ہمدانؒ کی شاعری

حضرت شاہ ہمدان، متعدد دوسرے صوفیائے کرامؒ کی مانند، عرفانی شاعر تھے۔ آپ نے اپنی کتابوں میں اپنی بعض غزلیات، قطعات اور فردیات کو نقل فرمایا۔ جداگانہ طور پر آپ کی اکتالیس غزلیں اور نو رباعیات بے حد معروف ہیں۔ یہ مجموعہ "چہل اسرار" کے نام سے دو بار برصغیر پاکستان و ہند میں چھپا اور ایک بار ایران میں (۱۹۶۸ء) ان اشعار کا طرز، حکیم سنائی غزنوی (م ۵۴۵ھ) شیخ عطار نیشاپوری (م ۶۱۸ھ) مولانا جلال الدین محمد رومی (م ۶۷۲ھ)، خواجہ عراقی ہمدانی (م ۶۸۸ھ) اور شیخ سید علاء الدولہ سمنانی مذکور کے اشعار کا ہے۔ ایک پوری غزل مولانا روم کی غزل کے مندرجہ ذیل مطلع کی شرح میں ہے ؎

از کنارِ خویش می یابم و مادم بوئے یار\
زان ہمی گیرم بہ ہر دم، خویشتن را در کنار

ترجمہ:۔ مجھے اپنے پہلو سے لگاتار اپنے محبوب کی خوشبو آرہی ہے، اسی لیے میں ہر گھڑی اپنے آپ سے بغل گیر ہو رہا ہوں۔

حضرت شاہ ہمدانؒ کی غزلیات کے مجموعے "چہل اسرار" کی تصنیف کے بارے میں مندرجہ ذیل روایت متفقہ طور پر مشہور ہے کہ:

یہ ساری غزلیات شاہ ہمدان نے ایک ہی رات میں کہی ہیں۔ ایک دن اکتالیس مختلف اشخاص نے شاہ ہمدان کو رات کے کھانے کی دعوت دی۔ ہر ایک مختلف وقفوں سے آتا رہا اور رات کو اس کے ہاں تشریف آوری اور وعظ و نصیحت کی التجا کرتا رہا۔ مرید حیران تھے کہ شاہ ہمدان نے ہر کسی کی دعوت قبول کرلی۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ چند مریدوں کے ساتھ چل دیئے۔ مریدوں اور صاحب خانہ کو یہی خیال تھا کہ آپ وہیں ایک جگہ ہیں مگر آپ کرامت کی رو سے اہم مختلف گھروں میں موجود تھے۔ آپ اور مریدوں نے ہر جگہ کھانا کھایا۔ پھر شاہ ہمدان نے وعظ فرمایا اور ہر جگہ ایک غزل پڑھی۔ دعوت کرنے والے مریدوں نے بعد میں جب آپ کی تشریف آوری کا ایک دوسرے سے ذکر کیا، اور مختلف غزلیں دیکھیں، تب آپ کی اس کرامات کا علم ہوسکا۔ مریدوں نے ان غزلیات کو جمع کرلیا، اور صاحبانِ دل نے انہیں چہل اسرار، (چالیس بھید) کا نام دیا۔

اس روایت کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں ہم کچھ نہ کہیں گے۔ اتنا عرض کریں کہ صوفیہ کے تذکروں میں ایسی باتیں ملتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں، تذکرہ شیخ کجی (تہران کا مطبوعہ) میں ایسی ہی روایت ملتی ہے کہ آپ ایک مرتبہ چالیس مختلف مجلسوں میں بیک وقت تشریف لے گئے تھے۔ شیخ شمس الدین محمد افلاکی (م ۷۶۱ھ) نے مناقب العارفین میں مولانا رومیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے بیک وقت سولہ مقامات پر وعظ فرمایا تھا۔ واللہ اعلم

حضرت شاہ ہمدان، شعر میں علی یا علائی تخلص کرتے تھے۔ افسوس ہے کہ ایران کے بعض مصنفوں نے غلطی سے علائی کو شیخ علاؤ الدولہ کا تخلص جانا اور شاہ ہمدان کی کوئی نو غزلیں یوں ہی شیخ علاؤ الدولہ سمنانی کے نام مشہور کردیں۔ شیخ موصوف کا تخلص علاؤ الدولہ اور کبھی

علاّ ہتھا۔ یہاں ہم کسی انتخاب کا خیال خیال کیے بغیر، حضرت شاہ ہمدان کی پہلی منزل اور پہلی رباعی نقل کرتے ہیں ۔

غزل

زعکس روئے تو یابند، مقبولاں، ہدایت ہا
زخاکِ کوئے تو یابند مسعوداں، سعادت ہا

تو آں انفاسِ رحمانی کہ جا ہہا از دمت نا بند
تو آن دریائے غفرانی، کہ می شوید خجالت ہا

قباحتہائے فعلِ ما کہ سگ زاں عار می دارد
بغیر از پردۂ عفوت کہ پوشید این قباحت ہا

عنایت ہائے بے علت کہ با ہر مفلسے داری
تسلّی می دھد دل را امید آن عنّایت ہا

حمایت ہائے فضل آورد، جان را از عدم بیرون
دگر رہ چشم می دارم زفضلت آں حمایت ہا

ہمائے لطف اگر یکدم نظر بر جانم اندازد
سر بر موئے سمن یا بد، از آن دولت کرامت ہا

زحسنت ہر کسے ہر دم حدیثے دیگر آغازد
رُخت گر جلوہ سازد، نماند آن حکایت ہا

عقول قدسیاں گم شد، ہم اندر یک خم زلفش

زمشتِ خاکیاں آنجا چہ سنجد این مقالت ہا

علائیؔ دامنِ ہمت اگر از خود بے فشانی

رسی در عالمے کانجا، نباشد این ملالت ہا

ترجمہ:- خوش بختوں اور نیک نصیبوں کو تیرے چہرے کے پرتو سے ہدایت ملتی ہے اور تیری گلی کی مٹی سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ بخشش کرنے والے کے جھونکوں! تم سے روحوں کو جلا ملتی ہے۔ مغفرت کے سمندر! تو ہی شرمندگیوں اور پشیمانیوں کو دھو ڈالتا ہے۔

۳۔ ہمارے اعمال کی خرابیوں کو، جن سے کتّے کو بھی عار محسوس ہو، تیری بخشش کے پردے کے علاوہ کون ڈھانپے گا!۔

۴۔ خدایا، تیری ان عنایتوں سے، جو بے عمل شخص کو محنت کے بغیر میسر ہیں، دلوں کو امید اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۵۔ الٰہی! تیری نصرت سے روح، نیست کے پردے سے وجود میں آئی۔ تیری اس نصرت و مدد کی مجھے دوبارہ امید ہے۔

۶۔ خداوندا! تیری مہربانی کا ہما (خوش نصیبی کا ضامن پرندہ) اگر لمحہ بھر میری روح کو میسر ہو جائے، اس کی برکت سے میرے ہر بال سے بزرگی کا ظہور ہو۔

۷۔ تیرے حسن کے بارے میں ہر کوئی نئی بات کر رہا ہے۔ تیرا رخ، جلوہ دکھا دے تو یہ باتیں رک جاتی (اور لوگ حقیقت سے آگاہ ہو جائیں)۔

۸۔ تیری زلف کے ایک خم (جلوۂ صفات) کے بارے میں فرشتوں کی عقلوں نے جواب دے دیا۔ مٹھی بھر مٹی (انسان) اس سلسلے میں کیا بات کرے گی؟۔

۹۔ علائی! تو اگر اپنی ہمت کا دامن چھوڑ دے (خودی ترک کر دے) تو ایسے جہاں میں جا پہنچے گا۔ جب جگہ یہ (دنیا کے) رنج نہ ہوں گے۔

رباعی

عیبے است بلند بر کشیدن خود را
وز جملہ خلق برگزیدن خود را
از مردمکِ دیدہ باید آموخت
دیدن ہمہ کس را ونہ دیدن خود را

ترجمہ:۔ اپنے آپ کو اکڑ خوانی میں رکھنا اور سب دنیا سے اپنے آپ کو بہتر جاننا، بری بات ہے۔ آنکھ کی پتلی سے سبق سیکھنا چاہیئے کہ سب کو دیکھتی ہے اور اپنے آپ کو نہیں دیکھتی۔

شاعری پر عام تبصرہ

غزل اور رباعی کی مثال سے واضح ہے کہ اگرچہ حضرت شاہ ہمدان کے بعض اشعار بہت اونچے ہیں۔ مگر عام طور پر وہ متوسط درجے کے شاعر ہیں۔

تصانیفِ شاہِ ہمدان

ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے کام میں بھی مصروف رہے۔ ان کی چھوٹی بڑی عربی اور فارسی کی کتابوں کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔ ان میں سے چند کتابیں اور رسالے اب تک چھپے ہیں۔ ہم نے آپ کی اکثر کتابیں اور رسالے مطالعہ کئے ہیں۔ بعض کے مخطوطات پاس ہیں اور چند رسالے چھپوا بھی چکے ہیں۔ آپ کی کتب و رسائل کے موضوعات تصوف، نظام اخلاق، نظام حکمرانی، فتوت و جوانمردی، پند و نصیحت، قرآن مجید اور احادیث نبوی کی تعلیمات، عقائد و ایمان اور الٰہیات ہیں۔ یہاں ہم نے آپ کی عربی اور فارسی تصانیف میں سے صرف سات کے بعض اقتباسات کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔ ان نمونوں سے آپ کی تعلیمات اور فرمودات کی ایک جھلک سامنے آجائے گی۔

۱۔ ذخیرۃ الملوک

ذخیرۃ الملوک (بادشاہوں کا سرمایہ) حضرت شاہ ہمدان کی سب سے جامع اور مفصل کتاب ہے۔ اس کتاب کو آپ نے بعض امراء اور سلاطین کی درخواست پر لکھا ہے۔ کتاب کا موضوع دنیا و دین کے بارے میں اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ عبادات، معاملات اور نظام اخلاق و سیاست اس کتاب میں اس خوبی سے بیان کئے ہیں کہ علامہ اقبال کو اس دو مرتبہ توصیف کرنا پڑی (انوار اقبال اور جاوید نامہ) ہے۔ محمد بشیر احمد اپنی انگریزی کتاب "ہندوستان کے دور متوسط میں نظام انصاف پر عمل درعمل" (ص ۳۹) میں اس تالیف کو نظام اخلاق و سیاست پر مبنی اہم ترین کتابوں میں ایک شمار کرتے ہیں، اور حقیقت بھی یہی ہے۔ تعجب اس امر سے ہے کہ ایک صوفی صافی، دین و دنیا کے معاملات پر اس قدر گہری نظر رکھتا تھا۔ یہ کتاب کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ فارسی میں برصغیر

میں تین بار چھپ چکی ہے۔ اگرچہ کسی ایک کو بھی معیاری قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اغلاط سے پُر ہے

ذخیرۃ الملوک کے دس باب ہیں۔ جن کا خلاصہ بیان ہوگا۔ متن میں قرآن مجید کی ۱۲۹ آیات اور ۲۶۹ احادیث کے حوالے موجود ہیں۔ اب ہم اس کتاب کے ہر اس باب کا ایک نہایت ہی مختصر خلاصہ پیش کرتے ہیں، جس کی بحثیں عام فہم ہیں۔ دوسرے ابواب کا ذکر سرسری طور پر کیا گیا ہے کیونکہ کتابچہ مختصر ہے۔

باب اوّل

عنوان "ایمان، اس کی شرائط اور تکمیل ایمان" ہے۔ یہ حصہ دینی کتابوں کے "باب ایمان" کی مانند ہے۔ اس میں ایمان مجمل، ایمان مفصّل، ایمان و عمل کے تعلق، توحید، نبوت، ارکانِ اسلام اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے نیز ضمنی باتوں کے بارے میں مفصّل بحث ملتی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی یہ حدیث فارسی ترجمہ اور توضیح کے ساتھ حضرت شاہ ہمدانؒ کی گفتار کا آغاز بنتی ہے۔

• حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ اور کئی صحابہؓ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتنے میں ایک شخص اچانک وہاں آنکلا۔ اس کا لباس سفید اور بال کالے تھے۔ سفر کا اس پر کوئی نشان نہ تھا اور حاضرین میں سے کسی کی اس سے شناسائی نہ تھی۔ وہ اجنبی نبی اکرمؐ کے پاس آکر اس طرح بیٹھ گیا کہ اس کے زانو، آنحضرتؐ کے زانوؤں کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ مذکورہ شخص بولا۔

حضرت محمدؐ! فرمائیے کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: ایمان، اللہ تعالیٰ

اس کے فرشتوں، کتابوں، پیغامبروں، قیامت کے دن اور تقدیر کو ماننا ہے۔ کہ اچھی ہو یا بری، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس جواب پر اس شخص نے کہا: آپ نے بالکل درست فرمایا۔ اس نے پھر اسلام کا پوچھا۔ آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم خدائے تعالیٰ کے حقیقی معبود اور (حضرت محمدؐ کے اللہ کے رسول ہونے کا اقرار کرو، نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ ماہ رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو۔ تو حج کرو۔ وہ شخص بولا: حضرت محمدؐ آپ نے صحیح فرمایا ہے۔ صحابہؓ کو تعجب ہوا، کہ عجیب آدمی کہیں سے وارد ہوا ہے۔ خود ہی سوال کرتا ہے اور پھر آنحضرتؐ کا جواب سن کر اس کی تصدیق کرتا ہے۔

اس شخص نے آنحضرتؐ سے اگلا سوال کیا: فرمائیے، احسان کیا ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا: (حدیث کے فارسی ترجمہ کی رو سے) احسان یہ ہے کہ تو اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کرے کہ اسے دیکھ رہا ہے، اور اگر حقیقت دیکھنے والی ایسی آنکھ میسر نہ ہو تو اتنا یقین رکھے کہ پروردگارِ عالم تجھے دیکھ رہا ہے،

اس لیے احسان یہ ہوا کہ ناپاک اور بے احساس ضمیر لے کر خدا کے حضور پیش ہونا باعثِ شرم ہے۔

احسان کا یہ جواب سن کر، اور اس کی تصدیق کر کے، اس شخص نے آنحضرتؐ سے قیامت کے بارے میں پوچھا۔ نبی اکرمؐ بولے: اس معاملے میں پوچھنے والا اور پوچھا جانے والا یکساں ہیں۔

(فرمانِ نبویؐ کا مقصد یہ تھا کہ قیامت کے بارے میں مجھے اطلاع نہیں دی گئی، اور یہ وہ راز ہے جسے پردۂ غیب میں رکھ دیا گیا ہے) وہ شخص بولا۔ آپؐ قیامت کی نشانیاں تو بتائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ایک یہ ہے کہ کنیز، اپنے مالک کو جنم دے گی۔

اس فرمان کا مطلب یہ تھا کہ نفسانی خواہشات کے بندے ایسے کام کریں جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوں گے مثلاً اولاد، والدین کا کہا نہ مانے گی، دوسری علامت یہ ہے کہ بے استعداد اور بے مایہ لوگ عالی شان عمارتیں بنوائیں گے، اور اپنی بڑائی اور بزرگی منواتے پھریں گے۔ زبانِ رسالت مآبؐ سے یہ کلمات سن کر وہ شخص رخصت ہو گیا۔

کچھ وقفے کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا: آپ اسے جانتے ہیں؟ حضرت عمرؓ بولے: اللہ اور اس کا رسولؐ ہی جانتے ہیں، فرمایا (انسانی صورت ولباس میں) حضرت جبرئیل امینؑ تھے جو تم سب کو ایمان کی حقیقت اس طرح سمجھا گئے ہیں۔

کمالِ ایمان کے بارے میں شاہ ہمدان لکھتے ہیں کہ اس کا حصول، زبان کے اقرار، دل کی تصدیق، عقیدہ کے مطابق عمل کرنے اور سنتِ نبویؐ کی پیروی اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے ایمان والوں کی فضیلتوں کے ذکر میں آپ نے حیا، راز داری، بے آزادی اور امانت ودیانت کے حق میں اور اسی طرح ایمان کو کمزور اور بے اساس کر دینے والی خرابیوں کے بیان میں آپ نے بدکاری، حرام خوری، رشوت ستانی، شراب خوری، بداخلاقی اور فحش کلامی کے خلاف لکھا ہے، اور ہر معاملے میں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کے حوالے دیئے ہیں کہیں کہیں دل لگتا استدلال فرمایا ہے مثلاً ایمان کی آزمائش کے موضوع پر یہ اقتباس؛

اپنے ایمان کے سلسلے میں اس بات پر غور کرو کہ اگر کوئی حاکم، کسی ملازم کو حکم دے کہ فلاں کام کرو اور فلاں نہ کرو۔ ورنہ تمہیں جان سے مار ڈالونگا" تو اگر اس ملازم کو جان عزیز ہو، تو اس کا حکم ماننا ہی پڑے گا۔ فرض کریں کہ حاکم، اس ملازم پر ایسے افراد مقرر کرے جو خلوت اور جلوت میں اس کا پیچھا کریں۔ اس کی خلاف ورزی کی حاکم کو اطلاع دینے کا پکا ارادہ رکھتے ہوں، تو اس صورت میں ملازم کے لیے اطاعت کے سوا چارہ نہیں ہوگا، حاکم کے اس حکم

پر غور کرو جس کا تعلق اس عارضی زندگی سے ہے اور بس اس کے مقابلے میں خدائے علیم وخبیر کرام کاتبین فرشتے مقرر کئے، خود بھی ایمان والوں کو اپنی صفات سے آگاہ کیا کہ اس سے ڈھکی چھپی کوئی چیز نہیں۔ پھر اس کے احکام کی ایمان کے دعویدار کہاں تک پروا کرتے ہیں؟ نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، روزے رکھنا، طاقت ہو تو حج کرنا، اس کی راہ میں جہاد کرنا، اور اس طرح کے کئی احکام اور نواہی ہیں، جن کی لوگ پرواہ نہیں کرتے اور اپنے دعویٰ ایمان پر اتراتے ہیں ان کا خیال ہے کہ خدائے تعالیٰ کو ان کے اعمال کی خبر نہیں؟ کیا اس کے مقرر کردہ فرشتے لکھ نہیں رہے؟ کیا انہیں ابدی سزا کا احساس نہیں؟ اس معیار پر اپنے ایمان کو آزمانا چاہیے۔ خدا کے وعدے اور وعیدیں سب سچ ہیں۔ آخرت کا عذاب، دنیا کی تکلیف اور شکنجے سے زیادہ خوفناک ہے۔ پھر خدا کے احکام کی دیدہ دلیری سے نافرمانی، ایمان کی کمزوری اور نفاق نہیں تو کیا ہے؟

تمثیلی حکایات

صوفیوں اور عارفوں نے بات سمجھانے کی خاطر اکثر مثالوں اور حکایتوں سے کام لیا ہے۔ ان حضرات کی حکایات ضروری نہیں۔ تاریخی طور پر صحیح ہوں اور جن حضرات سے ان کی نسبت دی گئی ہے، وہ درست ہو۔ اس قسم کی حکایات شاہ ہمدان نے بھی ..... اس کتاب میں لکھی ہیں اور تقریباً ہر باب میں۔ اس باب کی حکایات کے دو نمونے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت یحییٰؑ اور خوفِ خدا

" حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ خوفِ خدا سے جوانی میں

اتنے روئے کہ آپ کے گالوں میں شگاف نما خم پڑ گئے اور دانتوں کی بنائیں نظر آنے لگیں۔ ان کے والد حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا؛ عزیزم بڑھاپے میں تجھے خدائے تعالیٰ سے اس خاطر مانگا تھا کہ دیکھ کر میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور تم نے ابھی سے اپنا یہ حال کر رکھا ہے۔ حضرت یحییٰؑ بولے: اباجان، حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتایا ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک تنگ گھاٹی ہے جو شخص دنیا میں خدا کے خوف سے روتا رہے۔ اس پر یہ مقام آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے یہ روش اختیار کر رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ مقام آسان فرما دے۔

۲- حضرت عمر فاروقؓ کا محاسبہ آخرت سے ڈرتے رہنا

حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک دن راستے میں گرے پڑے پتے کو دیکھکر رو پڑے اور فرمایا: کاش عمر بن خطاب اس حقیر اور غیر ذمہ دار پتے کی طرح ہوتا اور قیامت کے دن حساب دینے کے خوف سے محفوظ رہ سکتا۔

باب دوم

عنوان "حق و عبادت کا ادا کرنا ہے۔ یہ تفقہ باب نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت اور ادائیگی کے بارے میں ہے۔ ان جانی و مالی عبادت کے بارے میں خدا اور رسولؐ کے فرمودات دین کی مستند کتابوں کی مانند بیان کئے گئے ہیں۔ ہم بعض عبارات کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

• حضرت انسؓ بن مسعود کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ سے پوچھا تھا کہ اللہ تعالیٰ

کو کونسا کام بہت ہی پسند ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: نماز کو پہلے وقت میں ادا کر دینا حضرت نے پھر پوچھا۔ اس کے بعد کی خدا کی پسند کیا ہے؟ فرمایا: والدین کے ساتھ نیک اور اچھا سلوک کرنا۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ تیسرے درجے پر خدائے تعالیٰ کی پسند اور قبولیت کی کون سی بات ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں جہاد کرنا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا: پنجگانہ نماز ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی نماز اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان شریف کے درمیانی عرصے کی مدت کے صغیرہ گناہوں کو دور اور معاف کروا دیتی ہے۔ بشرطیکہ نمازی کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے یہ حدیث شریف روایت کی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جو بندہ خدا کی رضا کی خاطر روزہ رکھے۔ خدا تعالیٰ ہر روزے کے دن، ستر سالہ راہ کے برابر دوزخ کو اس سے دور فرماتا رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ حدیث پاک روایت کی ہے کہ: کنجوسی سے بچنا ضروری ہے کیوں کہ بخل و کنجوسی نے پہلی امتوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ کنجوسی نے ان لوگوں کو خون بہانے اور حرام کو حلال جاننے کی جانب مائل کر دیا۔ اور اس طرح وہ دنیا میں ذلیل ہوئے اور آخرت میں دوزخ کا ایندھن بنے۔

نام بحث کا نمونہ دیکھنے کی خاطر، ادائے زکوٰۃ اور اس کی شرائط پر ایک اقتباس کا ترجمہ دیکھیں:

میرے عزیزو، رضائے خدا اور آخرت کی کامیابی کے طالبوں کو زکوٰۃ اور صدقات کی ادائگی میں آٹھ تبر الفلا کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے: زکوٰۃ کے واجب ہونے کا علم رکھنا ادائیگی کی خاطر وقت سے پہلے تیار رہنا، سود کے مال کی آمیزش سے بچنا، دوسروں کو ترغیب دینے کی خاطر (؟) ، اگر اس کی ضرورت ہو، زکوٰۃ کا ظاہر کرنا، احسان دھرنے اور دوسروں کو اذیت دینے سے بچنا، اپنی رقم کو حقیر اور حقیر اور خدا کی عطا جاننا، پاکیزہ ترین اور بہترین مال کا انتخاب اور حق داروں کو ادا کرنا ..... زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کی خاطر بہتر یہ ہے کہ پرہیزگار، صاحبان علم، باعفت، سفید پوش و محترم، حادثات سے دوچار ہونے والے اور امیری کے بعد غریبی کا مزہ چکھنے والے اور زکوٰۃ و صدقہ دینے والوں کے قرابت دار لوگوں کا انتخاب کیا جائے: (حضرت شاہ ہمدان نے ان سب نکات کی توضیح کی ہے)۔

حکایات:۔

حضرت موسیٰؑ کے عہد میں ایک ولی اللہ کی بارش کی خاطر دعا

مشہور ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں پانچ سال تک وافر بارش نہ ہوئی اور قحط پڑ گیا۔ اس قحط میں کئی افراد ہلاک ہو گئے، بارش کی خاطر حضرت موسیٰؑ کی دعائیں بھی قبول نہ ہوئیں۔ یہ بنی اسرائیل کو ان کے اعمال کی پاداشت مل رہی تھی مگر وہ حضرت موسیٰ کے خلاف باتیں کرتے لگے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر دعا فرمائی: خدایا، کیا ہو گیا کہ تو اپنے بندوں کی دعائیں قبول نہیں اور ان کی مشکلات رفع نہیں فرماتا؟ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے جواب دیا: میں ان لوگوں کی دعا کیسے قبول کروں جن کے بدن گناہوں میں لت پت

اور زبان بے ہودہ باتوں میں ملوث ہے۔ جھوٹ اور بری باتوں نے ان کو مست کر رکھا ہے۔ ان کے ہاتھ برے کاموں میں لگے رہتے ہیں اور پیٹوں میں حرام کھا رکھا ہے۔ ان لوگوں میں میرا ایک خاص بندہ البتہ چھپا ہوا ہے۔ وہ کہے اور دعا کرے تو ان سب کا کہا مان لیا جائے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس شخص کا نام پوچھا۔ برخ بتایا گیا۔ اس کا حلیہ اس طرح بتایا گیا: کالا رنگ، پھٹے پرانے کپڑے، الجھے ہوئے بال اور مٹیالا چہرہ۔ حضرت موسیٰؑ نے اس حلیے کے شخص کو جنگل میں دیکھا اور پہچان گئے۔ نام پوچھنے پر وہ برخ ہی نکلا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: خدا کے بندے، ہم نے تمہیں بڑی مشکل سے تلاش کیا ہے۔ ہمیں تیری ضرورت تھی۔ برخ بولا: کلیم اللہ کو میری کیا ضرورت ہے؟ فرمایا: دعا کرو، اللہ تعالیٰ قحط اور خشک سالی کی یہ مصیبت ختم کر دے۔ برخ بولا: آپ براہ کرم ایک طرف ہٹ جایئے تاکہ میں اپنے رب سے بات کر دی۔ حضرت موسیٰؑ ایک طرف ہٹ گئے اور برخ نے دعا شروع کی: خدایا، تیرے پانی کا خزانہ خالی ہو گیا؟ کیا یہ بادل تیرا حکم نہیں مان رہے؟ کیا ہوائیں تیری نافرمان ہو گئیں؟ تجھے سزا کا وقت گذر جانے کا خطرہ ہے جو اس قدر جلدی کر رہا ہے؟ جو کچھ میں نے کہا، سب وہم اور غلط ہے تیری ذات عیب ونقص سے پاک ہے۔ اس لیے اپنے ان مصیبت زدہ بندوں کی روزی کا سامان مہیا فرما اور بارش دے۔

برخ کی دعا ختم ہوئی اور بارش ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے برخ کے بارے میں پوچھنا چاہا۔ وحی آئی: وہ ہماری رضا کا بندہ ہے اس میں ایک عیب ہے کہ صبح کی ٹھنڈی ہوا سے سرور پاتا ہے۔ حالانکہ اولیاء اللہ کا سب سرور، اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے اور بس۔

۲۔ حضرت امام زین العابدینؒ کی نماز

حضرت امام علی زین العابدینؒ کے بارے میں کہتے ہیں کہ نماز کی خاطر وضو کرتے وقت آپ کے گال مبارک زرد پڑ جاتے اور خدا کے خوف سے ان کی حالت دگرگوں نظر آتی۔ لوگوں نے پوچھا: فرزندِ رسولؐ! یہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے؟ فرمایا: کچھ معلوم بھی ہے کہ کس کے سامنے کھڑے ہونے کی تیاری کر رہا ہوں؟ سبحان اللہ! آپ کی نماز میں خشیت کا کیا عالم ہوا ہو گا۔

۳۔ اللہ والوں کی زکوٰۃ

لوگوں نے مشہور کر دیا کہ حضرت سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادیؒ اور حضرت شیخ ابوالحسن نوریؒ، زکوٰۃ لینے کی پرواہ نہیں کرتے۔ دونوں کو دربارِ بغداد میں بلایا گیا کہ پوچھ گچھ کی جا سکے۔ حضرت جنید بغدادی سے پوچھا گیا: زکوٰۃ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: عام مسلمانوں کی خاطر جو شرح مقرر ہے اس کے مطابق دو سو درہم پر پانچ درہم ادا کرنا فرض ہے۔ رہا ہمارا اپنا حال: اگر یہ ساری دنیا مل جائے، اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر میں دے دیں، تو بھی یہی احساس ہو گا کہ کچھ نہیں دیا ہے۔

باب سوم

عنوان ہے کہ مسلمان حاکم حسنِ اخلاق سے آراستہ ہوں اور خلفائے راشدینؓ کی

مخلصانہ اور پرہیزگارانہ روش پر عمل کریں۔ باب کے آغاز میں آپ نے حسنِ اخلاق کے بارے میں چند احادیث نقل کی ہیں مثلاً

٭ حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا- قیامت کے دن انسانوں کے اعمال کے ترازو میں جو چیزیں سب سے پہلے رکھی جائیں گی- وہ حسنِ اخلاق اور سخاوت ہیں- اللہ تعالیٰ نے جب 'ایمان' پیدا فرمایا، تو اس نے عرض کی: خدایا، مجھے حسن اخلاق اور سخاوت سے مدد دے۔ اس کے برعکس کفر نے اپنی تخلیق کے موقع پر بد اخلاقی نیز بخل اور کنجوسی سے مدد پائی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ: انسان کی بزرگی، اس کی دینداری، انسانیت، پرہیزگاری اور حسنِ اخلاق پر منحصر ہے۔

حضرت اسامہؓ بن شریک نے فرمایا کہ چند اعراب نے ان کی موجودگی میں آنحضرتؐ سے پوچھا: انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بہترین کون سی ہے؟ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا: اچھا اخلاق۔

حضرت عکرمہؓ بن وہب نے آنحضرت کا یہ فرمان روایت کیا ہے کہ: بد اخلاق اور کنجوس لوگ، بہشت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں اکثر فرماتے: 'خدایا، میں تندرستی، عافیت اور حسنِ اخلاق کا طالب ہوں۔'

فرماتے ہیں کہ نیک حاکم لوگوں کو انتقاد اور عیب جوئی کا حق دیتے ہیں اور اس طرح اپنی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہی معمول

رہا ہے۔

"حاکموں اور با اختیار لوگوں کو ان کی خامیاں بتانا، ان کے ساتھ دوستی اور بھلائی کا اظہار ہے۔ اس لیے عیب بتائے جانے والوں کو عیب بتانے والوں اور صحیح مشورہ پیش کرنے والوں کا شکر گزار ہونا چاہیئے، اور اپنے عیب سن کر ناک بھوں نہیں چڑھانا چاہیئے۔ حضرت نبی اکرمؐ کا فرمان ہے: "جس شخص کو خدا سعادت اور نیکی نصیب کرتا ہے۔ اسے اس کے عیبوں سے آگاہ رکھنے کا سامان مہیا فرماتا ہے..... حضرت عمر فاروقؓ، حضرت حذیفہؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ سے اکثر کہتے کہ انہیں، ان کی خامیوں اور غلطیوں سے آگاہ رکھا کریں۔ ان کا مشہور قول ہے: "جو کوئی مجھے خامیوں سے آگاہ کرے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے"! اس سے واضح ہے کہ مسلمان حاکموں کو اس طرح کا شعار اختیار کرنا گویا خلفائے راشدینؓ کی روش پر عمل کرنے کے مترادف ہے"۔

اس باب میں سے آٹھ مختصر حکایات کے خلاصے ملاحظہ ہوں۔ قارئین دیکھیں گے کہ ان میں سے بعض حکایتیں، حضرت ہمدانؒ سے پہلے لکھی گئی ہیں، اور لکھنے والوں مثلاً مولانا جلال الدین رومی اور شیخ سعدی شیرازی نے ان کو دوسرے افراد سے نسبت دی ہے۔

۱۔ تقویٰ و پرہیزگاری کا صلہ

مشہور ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے محبت کرنے کا اقرار کر لیا، تو عزیز مصر نے اسے گھر سے نکال دیا البتہ اسے کچھ نقدی ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ زلیخا ہر اس شخص کو نقدی دے دیتی جو حضرت یوسفؑ کا نام لیتا، اور اس طرح چند ہی دنوں میں تلاشی ہو گئی۔ بعد میں حضرت یوسفؑ بادشاہ بنے اور بعض روایتوں

کے مطابق، آپ نے زلیخا سے نکاح کر لیا۔ ایک دن زلیخا بولی: یوسف! اب تک جو کچھ مجھ پر گذرتی رہی، اس سے مجھے ایک بے نظیر تجربہ حاصل ہوا ہے حضرت یوسفؑ نے اس کے بارے میں پوچھا۔ زلیخا بولی: حرص اور خواہش بادشاہوں کو بھکاری بنا دیتی ہے جبکہ صبر و پرہیز گاری سے غلام، بادشاہ بن جاتے ہیں۔

۲- حضرت عیسیٰؑ کا ادب سیکھنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا: آپ نے ایسا ادب و اخلاق کیسے سیکھا؟ فرمایا بے ادبوں اور جاہلوں سے۔ میں نے اس گروہ کے لوگوں کی باتوں کے خلاف عمل کیا، اور اس طرح ادب و اخلاق کے اس مقام تک پہنچا ہوں۔

۳- حضرت لقمان حکیمؒ کی گفتگو

حضرت لقمان حکیم سے ان کے بیٹے نے پوچھا: اباجان، اگر انسان کو دنیا کی نعمتوں میں سے صرف دو کا انتخاب کرنا ہو، تو کون سی اختیار کرے؟ حضرت لقمان نے فرمایا: دین اور حلال مال، تاکہ اس طرح دین کی حرص و ہوس سے بچایا جا سکے۔

بیٹا:- تین نعمتیں لینی ہوں تو کونسی لی جائیں؟

حضرت لقمان: دین، حلال مال اور سخاوت تاکہ دائمی خوش نصیبی مل سکے۔

بیٹا:- اباجان، چار نعمتوں کا انتخاب کرنا ہو، تو کس طرح کروں؟

لقمان حکیمؒ:- دین، حلال مال، سخاوت اور حیا لو تاکہ ریاکاری سے بچ سکو۔

بیٹا:- کسی کو پانچ نعمتوں کو اختیار کرنا ہو تو کیا کرے؟

حضرت لقمان حکیمؒ :۔ اسے چاہیئے کہ دین، حلال مال، سخاوت، حیا اور حسنِ اخلاق کا انتخاب کرے۔

بیٹا :۔ نعمتوں کی تعداد چھ ہو تو کس کا اضافہ کیا جائے؟

لقمان حکیم :۔ مذکورہ پانچ نعمتیں بس ہیں۔ جس کو وہ میسّر ہو گئیں، وہ خدا کے خاص بندوں میں شامل ہو گیا۔

۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بردباری

کسی کم بخت نے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کو گالی دے دی آپ نے اسے سن لیا اور فرمایا۔ میرے جن عیبوں کا آپ نے ذکر، ان سے کہیں زیادہ وہ ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے چھپا رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حالات بہتر کرنے کی توفیق دے۔

۵۔ حضرت عمرؓ خطاب کا اعتراف

ایک دن حضرت عمر فاروقؓ نے وعظ کے دوران فرمایا: لوگو، عورتوں کے بھاری مہر مقرر نہ کرو، اور جس نے ایسا کیا ہو وہ اپنی اصلاح کر لے کیونکہ اگر بھاری مہر مقرر کرنا اچھا ہوتا، تو جناب رسالتمآبؐ اسے انجام فرماتے۔ سننے والوں میں سے ایک عورت نے اس تقریر پر اعتراض کیا اور کہا: خلیفہ رسول! قرآن مجید میں آیا ہے کہ اگر عورتوں کو پورا خزانہ دے دیا گیا ہو، تو اسے واپس نہیں لینا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: سبحان اللہ ایک عورت نے اس معاملے کو سمجھ لیا، اور خطاب کے فرزند نے نہ سمجھا۔ فرمایا:۔ مہر کے بارے میں اس عورت کا بیان خدا کے فرمان کے مطابق ہے۔

۶۔ حضرت علیؓ کا غلاموں سے حسن سلوک

امیر المومنین حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ اپنے ایک خادم کو چند بار بلایا، اور حالانکہ وہ قریب ہی تھا، اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علیؓ اٹھ کر گئے اور دیکھا کہ وہ لیٹا پڑا کمبل میں لگا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا: کیا تو نے میری آواز سنی تھی؟ اگر سنی تو جواب کیوں نہ دیا؟ غلام نے جواب دیا: آواز تو سنی تھی مگر جواب اس خاطر نہ دیا کہ ایسا کرنے پر آپ خفا نہ ہوں گے۔ مجھے آپ کی روش کا علم ہے کہ غصہ نہیں فرماتے۔ حضرت علیؓ مسکرائے اور فرمایا: جاؤ، آج سے تمہیں آزاد کر دیا۔

۷۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا تحمل

ایک شخص نے حضرت سلمان فارسیؓ کو برا بھلا کہہ دیا۔ آپ نے فرمایا: بھائی، قیامت کے دن اگر میری نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا، تو تیرے اس برا بھلا کہنے سے میرا کچھ نہ بگڑے گا۔ اس کے برعکس اگر میری برائیوں کا پلڑا بھاری نکلا تو جو کچھ تو نے کہا، میں اس سے بھی کہیں زیادہ برا ہوں گا۔

۸۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اموی کا بے پناہ خلوص

خلیفہ حضرت عمرؒ بن عبد العزیز ایک مجرم پر شرعی حد جاری کر رہے تھے کہ اس نے آپ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ حضرت عمرؒ نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور حد ملتوی کر دی لوگوں نے کہا: اس پر شرعی حد جاری کرنا ضروری ہے، پھر اس نے آپ کی شان میں بدکلامی

بھی کی ہے۔ آپ اسے کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ فرمایا: میں خدا کی رضا اور شریعت کے نفاذ کی خاطر اس کو سزا دے رہا تھا۔ گالی بک کر اس نے مجھے غضب آلود کرنے کی کوشش کی ہے اور اگر میں اس وقت اسے سزا دوں، تو میری ذاتی خواہش کے شامل ہونے کا شائبہ ہے۔ اس خاطر یہ سزا ملتوی کر دی گئی ہے۔

اس باب میں اس عہد کے علماء پر نکتہ چینی ملتی ہے۔ شاہ ہمدان فرماتے ہیں کہ بے عمل علمائے دین کی بات اثر نہیں کرتی۔ کوئی مریض، دوسرے مریض کی کیا دیکھ بھال کرے گا۔ علماء اور مصلح لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی اصلاح کریں اور پھر دوسروں کو اصلاح کی دعوت دیں۔

باب چہارم

اس کا عنوان "والدین، زوجین، اولاد، رشتہ داروں اور ماتحتوں کے حقوق کا بیان" ہے۔ آغاز سورہ اسرا (بنی اسرائیل) کی یہ آیت ہے: "تیرے پروردگار نے حکم دیا کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔" حقوق و فرائض کے ذکر میں آپ نے آیات اور احادیث سے ثبوت دیئے ہیں۔

والدین کے حقوق کے بیان میں آپ نے حضرت حکیمؓ بن حزام سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے جس کے مطابق آنحضرتؐ نے والدہ کو تین بار بہتر سلوک کا مستحق بتایا اور چوتھی بار والد کو۔ حضرت مالکؓ بن ربیعہ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: والدین کی موت کے بعد، اولاد کا حق ہے کہ ان کی خاطر بخشش کی دعا کریں اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے آگے گڑگڑائیں۔ ان کو چاہیئے کہ والدین کی وصیت پر عمل کریں اور ان کے دوستوں

احترام کریں۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی آئی تھی کہ لوگ والدین کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ جو شخص والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے، وہ خدا کی بندگی میں کچھ کوتاہی کر دے، تو بھی شاید نیک لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جائے۔ والدین کے ساتھ، بدسلوکی کرنے والا، کتنا ہی نیک اور عبادت گزار ہو، اس کا نام گناہگاروں میں ہی شامل رہے گا۔"

بیوی کے حقوق

عام بحث کے بعد آپ نے معاشرت، سیاست، غیرت، نفقہ، تعلیم، تادیب اور قسمت کے سات شرعی عنوان قائم کئے اور ان کی تشریح فرمائی ہے۔ معاشرت کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:۔

" آنحضرتؐ کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز کی پابندی کرو، ماتحتوں اور عورتوں کے ساتھ جو تمہاری محتاج ہیں، اچھا سلوک کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یہ معاشرت کی تلقین تھی۔ اس حق کا ایک پہلو یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی اور عیال سے کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے انہیں تکلیف ہو، اسے چاہیئے کہ ان کی کم عقلی کی باتوں اور بظاہر بیہودہ کاموں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور اپنی طرف سے بداخلاقی کا مظاہرہ نہ کرے۔ آنحضرتؐ اپنے اہل و عیال کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ میں تیری ناراضگی اور خوشی کو بھانپ لیتا ہوں۔ جب تو ناراض ہوتی ہے تو بات کرنے میں "بخدائے ابراہیمؑ" (ابراہیم کے خدا کی قسم) کہتی ہے اور خوشی کے عالم میں بخدائے محمدؐ۔ حضرت عائشہؓ بولیں: اللہ کے رسولؐ نے بجا فرمایا ہے۔ . . . .

معاشرت کے بارے میں لقمان حکیم کا قول ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ گھر والوں میں بچوں جیسی ہنسی اور مزاح کو عار نہ جانے۔ ہاں، گھر سے باہر کے لوگوں میں وقار اور سنجیدگی کی ضرورت ہے۔

شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے حکم بموجب، اپنے آپ اور اہل وعیال کو عذاب جہنم سے بچانے کی کوشش کرنا چاہیئے: ہر مسلمان، جو اہل سنت والجماعت کے عقائد پر ہو، اسے چاہیئے کہ اہل وعیال کو کم از کم دینی امور کی تعلیم دے انہیں آخرت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے عذاب کی وحشت سے ڈرائے۔ عبادت میں سستی اختیار کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے عذاب سے اپنے وابستیوں کو ڈرانا چاہیئے۔ (ترجمہ)

اولاد کی تعلیم

..... قرآن مجید، احادیث، اخلاقی حکایات اور دین کے بزرگوں کے حالات پڑھانے کے بعد، اولاد کی عام دنیوی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ سب کچھ پڑھایا جائے مگر نوجوانوں کو ہوس پرور مضامین اور عشقیہ غزلیں پڑھانے سے پرہیز کیا جائے۔ تاکہ بدکرداری اور برے اعمال کے بیج شروع میں ہی ان کے دل میں جگہ نہ پکڑ لیں۔ تعلیم کے دوران بچوں کو ایک گھنٹے کی چھٹی دی جائے تاکہ وہ اکتا نہ جائیں، ان کا مزاج اعتدال پر رہے اور ذہانت جلا پائے۔ تربیت کے دوران، بچے کو حکمتِ عملی کے ذریعے، گالی گلوچ، بیہودہ باتیں کرنے، تھوکنے اور بے موقع ہنسنے سے منع کیا جائے۔ اسے اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے محفل میں آنے جانے اور بڑوں کے احترام کے بارے میں، شائستہ طریقے سے سمجھایا جائے۔ اسے بتایا جائے کہ اچھی باتیں سیکھی جائیں اور ان پر عمل بھی کیا جائے۔

غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک

" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: اپنے غلاموں اور زیر دستوں کے حقوق کا خیال رکھو اور خدا سے ڈرو۔ انہیں وہی کھلاؤ، جو خود کھاتے ہو۔ انہیں وہی پہناؤ، جو خود پہنتے ہو۔ انہیں ایسا کام کرنے کے لیے نہ کہو جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔ جو چیز ان کے کام کی ہو اس کی خاطر روکے رکھو اور جو ان کے کام کی نہ ہو، اسے بیچ ڈالو۔ خدا کی اس مخلوق کو تکلیف نہ دو جو تمہارے ماتحت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ تمہیں ماتحت بناتا اور اپنی اس ماتحت مخلوق میں سے کسی کو تم پر حاکم کرتا، آنحضرتؐ نے ایک موقع پر فرمایا، دھوکا باز، فریب کار اور ماتحتوں پر ظلم کرنے والا شخص، جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

نیکوں کی صحبت کی ضرورت

" زندگی میں جس طرح خلوت ضروری ہے، اسی طرح جلوت، مگر نیکی کے راستے کے طالبوں کی خاطر ضروری ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کریں اور برے لوگوں سے بچیں ..... حضرت داود علیہ السلام کو خلوتی زندگی کے دوران وحی آئی: آپ گوشہ نشینی کیوں اختیار کیے ہوئے ہیں اور لوگوں سے میل جول کیوں نہیں رکھتے؟۔ آپ نے فرمایا: میں خدا کی رضا کی خاطر خلوت نشین ہوں۔ جواب آیا: داودؑ! اچھے اور دیندار لوگوں کی تلاش کرو، اور ان کی صحبت اختیار کرو۔ بدکرداروں اور خراب لوگوں سے دوری ضروری ہے تاکہ یہ دل کو سیاہ نہ کردیں۔ مگر ان کی اصلاح کی خاطر، میل جول ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو وحی آئی تھی: لوگوں سے

الگ تھلگ رہ کر عبادت و ریاضت کرنا بے سود ہے۔ عبادت وہ ہے جس میں خدا کی رضا اور اس کی دشمنی (دوست اور دشمن کا وجود) شامل ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا! لوگو، ایسے دینی دوست حاصل کرو، جو دنیا میں مددگار اور آخرت میں فریاد رس ثابت ہوں۔ قیامت کے دن گناہگار لوگ فریاد کریں گے کہ کاش انہیں دنیا میں کوئی صالح دوست میسر آیا ہوتا۔ جو آج ان کی سفارش کر سکتا اور دوزخ کے عذاب سے ان کی رہائی ممکن ہو سکتی!

شاہ ہمدان، حضرت امام جعفر صادقؒ کے ایک قول کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ پانچ قسم کے اشخاص سے دور رہا جائے۔ بے وقوف جاہل، بداخلاق تکبر کرنے والا، گناہ پر اصرار کرنے والا، بدعتی دشمنی کرنے والا اور لالچی کنجوس۔ فرماتے ہیں: "ساتویں عباسی خلیفہ عبداللہ بن مامون عباسی کا قول ہے کہ لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلا گروہ، غذا کی مانند ہے جس کی صحبت ضروری ہے۔ یہ صاحبان دل ہیں جن کی صحبت سے مردہ دل زندہ ہو جاتے ہیں۔ دوسرے گروہ کے لوگ بیماری میں دوا کی مانند ہیں کہ ضرورت کے وقت ان کی صحبت کی طلب ہوتی ہے۔ تیسرے گروہ کے لوگ بیماری کا حکم رکھتے ہیں کہ کسی کو ان کی طلب نہیں ہوتی مگر آ ٹپکتے ہیں۔ اس لیے بیماری کے علاج کی مانند ان سے جان چھڑانا چاہیئے۔" دوستی اور بھائی چارے کے سات حقوق: حقِ مال، وارثوں کی مدد، غیر موجودگی میں اچھے ذکر، نصرت (اچھے کاموں پر تعاون)، تعلیم و نصیحت، عفو اور وفا، کو شاہ ہمدان نے شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

حکایات

۱۔ صحبت کی شائستگی

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: بدکاروں سے دوری اختیار کرکے خدا کی قربت حاصل کرو اور ایسے لوگوں کی نفرت سے خدائے تعالیٰ کی رضا حاصل کرو۔ لوگوں نے پوچھا: ہم کس قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کریں؟ جناب مسیحؑ نے فرمایا: ایسے اشخاص کی صحبت، جن کے دیکھنے سے خدا کا لطف اور قہر یاد آ جائے۔ ان کی نصیحت سے تمہارے دلوں پر اثر ہو اور تمہیں آخرت کا خیال آئے یا ان کی درشتی دیکھ کر تمہیں عذاب نظر آنے لگے۔

۲۔ شوہر کی ناراضگی

جناب رسالتمآبؐ اپنی ایک زوجہ کے ہاں تھے۔ جب کھانا آیا، تو آپ نے اس میں سے کچھ اپنی زوجہ حضرت زینبؓ کے ہاں بھجوا دیا۔ حضرت زینبؓ نے کسی نامعلوم وجہ سے کھانا لوٹا دیا۔ جس زوجہ نے کھانا بھجوایا تھا، کہا: کھانا لوٹا کر زینب نے آپؐ کی توہین کی ہے آنحضرتؐ اس کلمہ سے ناراض ہو گئے اور فرمایا: تم یا میری کوئی اور زوجہ، خدا کے ہاں اتنی محترم نہیں کہ میرے بارے میں ایسا کلمہ کہو۔ آپ نے ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے ترکِ تعلق رکھا اور ظاہر ہے کہ یہ امر ایک لفظ پر شوہر کی ناراضگی کا غماز ہے۔

(حضرت شاہ ہمدانؒ کا مندرجہ بالا بیان، بظاہر واقعات کے مطابق نہیں ہے دیکھیں سورۂ نور اور اس کی تفسیر)

۳۔ نفس کی اصلاح کی کوشش

حضرت عوف بن عبداللہ کا ایک بدخو خادم تھا جو بے ادبانہ گفتگو کرتا حضرت عوف کو کبھی بُرا لگتا، تو فرماتے کہ یہ خادم، اپنے آقا کی مانند ہے۔ آقا، اپنے حقیقی مالک کا نافرمان ہے، اسی لیے اس کا خادم یہ سلوک کرتا ہے۔ لوگ کہتے کہ آپ اس نافرمان خادم کو بدلتے کیوں نہیں؛ حضرت عوف فرماتے: اس کی باتیں برداشت کر کے میں اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہوں۔

۴۔ شوہر کی بے مثال اطاعت

ایک شخص دو منزلہ مکان کے اوپر والے طبقے میں رہتا تھا۔ نچلے طبقے میں اس کے سسرال کے افراد تھے۔ وہ ایک سفر پہ گیا اور بیوی کو ہدایت کر گیا کہ اس کے لوٹنے تک اوپر کی منزل سے نیچے نہ اترے۔ اتفاقاً اس عورت کا والد سخت بیمار پڑ گیا، مگر وہ شوہر کے قول کی اطاعت میں نیچے نہ آسکتی تھی۔ اس نے جناب رسالت مآب کے پاس کسی کو بھیجا کہ اسے نچلے طبقے میں اترنے کا کہا جائے مگر آپ نے فرمایا: شوہر کا کہا مانو۔ اس کے والد کا انتقال ہو گیا، مگر وہ اوپر کی منزل میں ہی رہی۔ آنحضرت نے سنا تو فرمایا: شوہر کی بے مثال اطاعت کی بنا پر، اس کے تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔

۵۔ قاتل کی معافی

حضرت ابو درداؓ کی ایک کنیز تھی۔ اس نے ایک مرتبہ کھانے میں زہر ملا کر آپ کو

ہلاک کرنا چاہا، مگر آپ بچ گئے۔ ایک سال بعد ایک دن وہ ابنی یہ چال بتا بیٹھی۔ حضرت ابو درداؓ نے فرمایا: تو نے مجھے کیوں ہلاک کرنا چاہا؟ کنیز بولی: میرا مقصد آپ کی غلامی سے آزادی حاصل کرنا تھا۔ حضرت ابو درداؓ بولے: جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا اور آج سے تم آزاد ہو۔

۶۔ دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہنا

کہتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید عباسی، مسندِ خلافت سنبھالنے سے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرتا اور دنیا داروں سے بے اعتنائی برتتا تھا۔ مشہور صوفی اور فقیہہ حضرت سفیان ثوریؒ سے اس کی دوستی تھی۔ خلیفہ موسیٰ بن محمد عباسی کے انتقال کے جب لوگوں نے اسے خلیفہ منتخب کیا، تو عراق و عرب کے علماء و صوفیہ نے، حضرت سفیان ثوری کے سوا، خلیفہ کو مبارک باد پیش کی۔ ہارون الرشید کو حضرت سفیان ثوری کی بے رخی کا احساس ہوا، اور انہیں ایک خط لکھا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ میرے احساسات وہی ہیں مگر حالات کی مجبوری نے مجھے اس ذمہ دار مسند پر آ بٹھایا ہے، سفیان ثوری نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ آخر خلیفہ ان کے گھر آیا اور ان سے التجا کی کہ میرے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لیے دعا فرمائیں۔ کہا: آپ مجھ سے دور بھاگ رہے ہیں مگر میں یا کوئی دوسرا آخرت سے نہیں بھاگ سکتا۔ مشہور ہے کہ آخر میں حضرت سفیان ثوری نے خلیفہ کیلئے دعا فرمائی۔

۷۔ حقیقی دوستی

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آیا اور کہا کہ وہ ان سے بھائی چارہ کے تعلقات

اور دوستی کا آرزومند ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: بھائی چارہ اور حقیقی دوستی آسان کام نہیں۔ یہ عملی ایثار ہے۔ کیا تم اور میں ایک دوسرے کے مال میں شرکت اور تصرف کر سکیں گے؟ اگر ایسا ہو تو لو، ہماری دوستی ہو گئی ورنہ یہ مزے ہوتے ہیں۔

۸۔ خراب حال رعایا کا خیال رکھنا

ملک شام کا ایک نیک بادشاہ تھا۔ وہ راتوں کو بھیس بدل کر نکلتا اور ملک کے خراب حال لوگوں کی امداد کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ مسجدوں، خانقاہوں، مزاروں اور بازاروں میں جاتا تھا۔ سردیوں کی ایک رات مسجد میں گیا۔ کونے میں ایک نیم عریاں فقیر کو دیکھا جو امیروں اور حاکموں کو کوس رہا اور انہیں بددعا دے رہا تھا: "خدایا، اگر یہ غافل اور عیش پرست حاکم اور امیر لوگ قیامت کے دن جنت میں جانے لگے، تو مجھے تیری عزت وجلال کی قسم، میں وہاں داخل نہ ہوں گا۔" بادشاہ اس جملے کو سن کر رو دیا، اور فقیر کی بھرپور مدد کی۔

باب پنجم

عنوان "حکومت کے آداب" عدل و احسان پر عمل کرنا اور رعایا کے حقوق بجالانا، ہے۔ باب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اللہ عدل اور احسان پر عمل کرنے اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا، حیائی، خراب اور مخالف کاموں سے منع فرماتا اور تمہیں نیک کاموں کا کہتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو (النحل: ۹۰)
اس آیت شریف کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ظلم و ناانصافی کا راستہ

چھوڑنے اور عدل و احسان کی راہ پر آنے کی نصیحت کرتا ہے تاکہ وہ قول و فعل کی خرابیوں سے بچ سکیں۔ یہ خطاب بادشاہوں اور حاکموں کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ طاقت کی بنا پر ظلم یا عدل کرنے کے اہل ہیں۔

حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ہر مسلمان حاکم قیامت کے دن اس طرح پیش ہوگا کہ اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے اور بعد میں عدل کی برکت سے اس کے ہاتھ آزاد ہوں گے۔ پھر وہ آگ کے پل سے گذرے گا اس کے جملہ اعضا بکھر کر جمع ہوں گے۔ اس کے بعد اس کا حساب لیا جائے گا۔ اگر وہ ظالم اور بدکار پایا گیا، تو اسے پل کے نیچے پھینک دیا جائے گا اور اس کی گہرائی تک پہنچنے میں اسے ستر سال لگیں گے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا: جو حاکم اپنی رعایا پر رحم نہ کرے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے یہ حدیث بیان کی۔ جو شخص، مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار ہو، اور حاجت مندوں پر اپنے دروازے بند کر دے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے یہ تمام احادیث، بادشاہوں اور حاکموں کے لیے اپنی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنے کی خاطر ہیں ایک حدیث، جسے حضرت عمرؓ بن خوف نے اپنے والد سے روایت کیا، یہ ہے کہ: عالم کا گناہ، خواہش نفس اور حاکم کا ظلم، آنحضرتؐ کو امت کے لیے کٹھن اور تباہ کن امور ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اور انصاف پسند حاکم، قیامت کے دن، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مستفید ہوں گے جبکہ ظالموں پر سخت ترین عذاب ہوگا۔ مندرجہ بالا اقتباس سے اس باب کے مطالب واضح ہیں

عدل و انصاف قائم کرنے کی دشواریاں

"میرے عزیز! حقیقی عدل و انصاف قائم کرنا، آسان نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک چند باسعادت حکمران ہی عدل و انصاف اور رعایا کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کر سکے ہیں۔ ایسے حکمرانوں میں اکابرین، انبیاءؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت محمدؐ اور خلفائے راشدین، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ شامل ہیں۔ افسوس ہے کہ ظالم حکمران ان کی سیرت و کردار کو نمونہ ماننے کے باوجود، ظلم و تکبر کی روشنی ترک نہیں کرتے اور سلطنت کے سہارے، گناہ، فسق و فجور اور دھاندلی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔"

مسلم اور غیر مسلم (ذمی) رعایا کے حقوق کا بیان، اس باب کا اہم حصّہ ہے۔ خلاصہ مطالب، افادے سے خالی نظر نہیں آتا۔

(الف) اسلامی ریاست کے مسلمان باشندوں کے حقوق و آداب

۱۔ حاکم ان کے ساتھ خاکساری برتے۔

۲۔ ایک شخص یا گروہ کے کہنے پر، تفتیش کے بغیر، کسی کے خلاف فیصلہ نہ دے۔

۳۔ لوگوں کے معمولی جرائم معاف کرے اور انہیں اصلاح کا موقع دے۔

۴۔ سب کے ساتھ انصاف کرے۔

۵۔ کسی کی گرفتاری کی نوبت ہو، تو شرع کے آداب کا لحاظ رکھے مثلاً اجازت کے بغیر، سرکاری لوگ گھر کے اندر نہ جائیں۔

۶۔ طاقت وروں کے مقابلے میں کمزوروں کی شکایات پر زیادہ دھیان دے۔

۷۔ لوگوں کے درمیان امتیاز کرتے میں سنتِ نبوی ؐ کو پیشِ نظر رکھے، جیسے بچوں پر شفقت یا بوڑھوں اور عالموں کا احترام کرنے میں۔

۸۔ عوام کے ساتھ اپنے وعدے پورے کرے۔

۹۔ لوگوں کے ساتھ بات نرمی اور شرافت سے کرے۔

۱۰۔ لوگوں کے مطالبے سننے اور فیصلہ دینے میں خوب سوچ بچار کر لے۔

۱۱۔ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کروانے کا بندوبست کرے۔

۱۲۔ افواہوں پر کان نہ دھرے۔

۱۳۔ گناہ اس طرح معاف نہ کرے کہ مجرم دلیر ہونے لگیں۔

۱۴۔ صلح کروانے میں مظلوم کا حق دلوائے۔

۱۵۔ حاجت مندوں کی ضرورتیں پورا کرنے کا بندوبست کرے۔

۱۶۔ ملک میں غربت اور بدحالی کا خاتمہ کرے۔

۱۷۔ امن قائم رکھے اور لوگوں کے عام شہری حقوق کا خیال رکھوائے۔

۱۸۔ رفاہ عامہ کے کاموں مثلاً راستوں اور تعلیم گاہوں کی تعمیر پر زیادہ توجہ دے۔

۱۹۔ دینی مراکز میں کام کرنے والوں کو بے سہارا نہ رکھے۔

۲۰۔ احتساب (نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے) کا نظام اس کے ملک میں کام کرتا رہے۔

حضرت شاہ ہمدان ؒ نے ذمیوں کے بیس حقوق و فرائض بھی لکھے ہیں اور خود وضاحت

کر دی ہے کہ یہ حقوق و فرائض، حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد نامۂ فتح بیت المقدس کے مطابق ہیں۔

علم قیافہ کی متروکِ عمل بحث

حضرت مصنف نے اس باب اور اپنے رسالہ ، قیافہ نامہ ، یا انسان نامہ میں انسانی قیافے پر توجہ دینے اور اسی کے مطابق مجرموں اور بے گناہوں کو پرکھنے کا زور دیا ہے اس عہد تک اس کام کی اہمیت مانی جاتی تھی ، اب اس مشورہ کی کوئی علمی و عقلی بنیاد نظر نہیں آتی ۔ شاہ ہمدان کی اس دلچسپ بحث کا نمونہ حسب ذیل ہے

" .... جس کی آنکھ میں سفیدی اور نیلے پن کی افراط ہو ، یہ سخت دلی ، بے حیائی بدکاری اور دھٹائی کی علامت ہو گی ۔ ایسی آنکھ والے آدمی کی نگاہ اگر تیز اور پیشانی و سر کے بال گھنے ہوں ، تو حکماء کا خیال ہے کہ یہ شخص سانپ اور بچھو سے بھی زیادہ خطرناک ہے ۔ عقل مند کہتے ہیں کہ درمیانی قسم کے بال بہادری اور ذہانت کی نشانی ہے ، نرم بال تندرستی کی علامت ہے مگر اس سے بزدلی اور حماقت کی خرابیاں لاحق ہو جاتی ہیں ... "

حکایات

اس باب میں حاکم انبیاءؑ اور خلفائے راشدینؓ کے خلوص اور بے نفسی کے بارے میں چند حکایات لکھی گئی ہیں تاکہ مسلمان حاکم ان سے نصیحت حاصل کریں ۔ چند حکایات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے ۔

۱۔ حضرت یوسفؑ ، مصر کی بادشاہت کے زمانے میں بے حد نحیف اور کمزور ہو گئے

تھے۔ طبیبوں نے معائنہ کیا تو معلوم ہوا خوراک کی کمی سے آپ کی یہ حالت ہے۔ معلوم ہوا کہ سترہ برس کے عرصے میں انہوں نے جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ فرماتے تھے: اگر میری قلمرو میں ایک بھی بھوکا اور بدحال ہو، اور میں پیٹ بھر کر کھاؤں، تو قیامت کے دن خفت اٹھانی پڑے گی اور پکڑا جاؤں گا۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی عظمت، سب کو معلوم ہے۔ آپ انسانوں کے علاوہ، جن و پری کے بھی حاکم تھے اور ان کا تخت ہوا پر چلتا تھا۔ ان کے سرکاری لنگر سے کئی ہزار محتاج افراد روز کھانا کھاتے تھے مگر آپ خود ٹوکریاں بناتے اور ان کی فروخت سے گزارہ کرتے۔ اپنے کسب کے مال میں بھی محتاجوں کی شریک فرماتے تھے۔ بے مثل سلطنت کے حاکم نے فرمایا ہے: مومن کا ایک بار "سبحان اللہ" کہنا، اس سلطنت سے کہیں بہتر ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ خلیفہ منتخب ہوئے، تو اپنی روزی کی خاطر تجارت کے کام کو ساتھ ساتھ جاری رکھنا چاہتے تھے۔ فرمایا: اگر میں اپنے اور اہل و عیال کے نان و نفقہ کی خاطر لوگوں پر بوجھ بن جاؤں، تو ان کی خدمت کیا کروں گا؟ لوگوں نے بڑی مشکل سے آپ کو اس بات پر راضی کیا کہ چونکہ خلیفہ کی ذمہ داریاں وسیع ہیں، اس لیے وہ بیت المال سے معمولی نوعیت کا وظیفہ لیا کریں۔ اپنی وفات کے وقت آپ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو وصیت کی کہ میری فلاں زمین بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں جمع کرا دو تاکہ وہاں سے جو وظیفہ میں نے لیا، اس کی تلافی ہو جائے۔

۴۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کو بھی خلافت کا بوجھ سنبھالنے کے بعد، لوگوں نے بیت المال سے وظیفہ قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ ان کا اور ان کے اہل و عیال کے نان و نفقہ کا انتظام سیدھے سادھے عام مسلمانوں کا سا تھا۔ بیت المال کے بارے میں آپ کی دیانت داری کی شدت

مشہور ہے ایک مرتبہ بیت المال کے ناظم حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادے کو ایک درہم دیا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو سخت غضبناک ہوئے، اور اس درہم کو بیت المال میں لوٹا دیا۔ حمص کے والی حضرت ابودرداؓ کو آپ نے بیت المال کی رقم کو ذرا سا بیجا خرچ کرنے پر معزول کر دیا تھا۔ رعایا پر ظلم کرنے والے اور ان کے مال سے کھیلنے والے حاکم، ان واقعات سے عبرت لیں۔

۵۔ حضرت علیؓ خلیفہ وقت تھے اور خربوزے اور جو کی خشک روٹی سے روزہ افطار کیے کرتے۔

ایک مرتبہ عرب کے دور دراز علاقے کا ایک امیر شخص آپ سے ملنے آیا۔ آپ مسجد میں تھے عرب امیر، حضرت امام حسنؓ سے ملا۔ امام حسنؓ اسے لے کر مسجد میں گئے۔ افطار کے وقت اس نے حضرت علیؓ سے جو کی روٹی کا ٹکڑا اور خربوزہ لیا اور روزہ افطار کیا۔ اس نے حضرت علی کو دیکھا تو ان کی مفلسی اور سادگی پہ ترس کھانے لگا۔ جب حضرت امام حسنؓ نے اسے بتایا کہ یہ خلیفہ ہیں، تو اس کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ کہا: سبحان اللہ، اس مرتبے کے باوجود، درویشی اور خاکساری کا یہ عالم ہے!

۶۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بننے سے پہلے امیر آدمی تھے اور گورنری کے زمانے میں بڑے ٹھاٹھ سے رہتے تھے۔ خلیفہ بنے تو سارا اثاثہ اور جائیداد محتاجوں میں تقسیم کر دیا اور خود ایک عام مزدور کی اجرت کے برابر بیت المال سے وظیفہ لینا منظور کیا۔ ان کے بیٹے اور بیٹیاں تعداد میں انیس تھے۔ جب فوت ہونے لگے تو گھر میں قرآن مجید اور ایک تلوار کے سوا کچھ نہ تھا کسی نے کہا: امیرالمومنین، افسوس ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کا خیال نہ کیا۔ فرمایا: میری اولاد میں شاید بعض صالح اور بعض بدکردار ہوں گے۔ صالح افراد، خدا کی تحویل میں ہیں اور بدکردار دل

کی بدحالی پر کسی کو افسوس نہیں کرنا چاہیئے۔

۷۔ رعایا کی سیاست اور گوشمالی

مشہور ہے کہ ہارون الرشید عباسی نے حضرت شیخ شفیق بلخی رحؒ کو بلا بھیجا اور ان سے نصیحت کی التماس کی۔ فرمایا: "امیر المومنین، آپ دنیا میں دوزخ کے دربان ہیں۔ آپ تین چیزوں سے کام لیں تو لوگ دوزخ سے بچ سکتے ہیں۔ مال، تلوار اور تازیانہ۔ مال کے ذریعے، غریبی اور محتاجی کا قلع وقمع کر دیجئے۔ تلوار ظالموں اور باغیوں سے نمٹنے کے لیے ہے اور تازیانے کے ذریعے بدکار رعایا کی سیاست وگوشمالی کی جاسکتی ہے اگر آپ نے ان تین چیزوں سے کام لیا، تو بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی اور دوزخ میں جانے والے افسروں کی تعداد کم ہو جائے گی، ورنہ رعایا سے پہلے آپ وہاں داخل ہوں گے۔ یہ کلمات سن کر خلیفہ رو پڑا۔

۸۔ سیرت عمر فاروق رضؓ اور بعد کا زمانہ

"مشہور ہے کہ امیر المومنین حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے خواجہ حسن بصری رحؒ (م ۱۱۰ھ) کو خط لکھا کہ آپ نے حضرت عمرؓ بن خطاب کا قریبی عہد دیکھا ہے۔ مجھے ان کی سیرت اور حکمرانی کے طریقوں سے آگاہ کریں کیونکہ میں ان ہی کے طریقے پہ چلنے کا آرزو مند ہوں۔ حضرت شیخ حسن بصری نے لکھا: امیر المومنین، عمر فاروق رضؓ اور آپ کے عہد میں کافی فرق آگیا۔ آپ خود عمر فاروق نہیں۔ آپ کے ساتھی، عمر فاروق کے ساتھیوں کے سے نہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ عمر فاروق رضؓ کی سیرت اور حکمرانی کے طریقوں پر چل سکیں، تو آپ ان سے بہتر ہو جائیں:

باب ششم

اس باب کا عنوان "حقیقی حکومت، انسانی خدمت اور ظاہری و باطنی صلاح و فساد" کی صورت حال کی شرح ہے یہ باب فنی نوعیت کا ہے اور باطنی اصلاح و تربیت کے بارے میں ہے۔ روح، بدن اور اعضا کے کام کرنے کے بارے میں اس باب کی اخلاقی بحث، امام محمد غزالی کی کیمیائے سعادت اور خواجہ نصیر الدین طوسی (م ۶۷۲ھ) کی اخلاقِ ناصری کی یاد دلاتی ہے۔ ذخیرۃ الملوک کے بعد لکھی جانے والی بعض کتابوں مثلاً اخلاق جلالی مولفہ علامہ دوانی (م ۹۰۸ھ) اور اخلاقِ محسنی مصنفہ مولانا واعظ کاشفی (م ۹۱۰ھ) میں بھی یہ بحثیں سموئی گئی ہیں۔

بدن کی اصلاح، روح کے تزکیے کے ساتھ مربوط ہے، سلطنت کے انتظام میں امیروں اور وزیروں کی کارکردگی کو دخل ہے، سلطنتِ بدن میں روح اور اعضا دخیل ہیں، امیروں اور وزیروں سے ہی سلطنت کی نیک نامی ہے اسطرح روح کی بالیدگی اور اعضا کی درست کاری سے بدن کی نیک نامی اور اصلاح ممکن ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ہمدان نے یہاں "دل" (خاطر و قلب) کی اہمیت کے بارے میں بحث کی ہے۔ "دل جو نفس اور روح لطیفہ کا مظہر ہے، اس کی اصلاح بڑی اہمیت رکھی ہے ..... حدیث نبویؐ میں آیا ہے: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں دیکھتا ہے نہ عمل۔ وہ آپ کی نیتوں اور دلوں کو دیکھتا ہے: اللہ تعالیٰ نے، از روئے حدیث، فرمایا ہے: میں آسمانوں میں سماتا ہوں اور نہ زمین میں۔ البتہ میں مرد مومن کے "دل" میں سما جاتا ہوں" ایک

'جسم کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر، اس کی اصلاح ہو تو سارے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اگر اس میں خرابی ہو، تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے، اور یاد رکھو کہ جسم کا یہ ٹکڑا 'دل' ہے۔

حضرت شاہ ہمدان فرماتے ہیں کہ 'دل' کی اصلاح، صوفیہ اور عرفا کے ساتھ مخصوص نہیں۔ تزکیہ نفس کرنا، اسلام کی اساسی تعلیم پر مبنی ہے۔ ہر کسی کو اس کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ بادشاہوں اور حکام کو اس کام کی بے حد ضرورت ہے۔ 'دل' کی اصلاح کی عام صورتیں، جھوٹ اور گناہ سے پرہیز، شریعت کے احکام کی پابندی اور حلال روزی کھانے کا التزام ہے۔ خاص صورتیں۔ 'ذکر و فکر' کی منزلیں طے کرنا ہے اور یہ کام ہر کسی کے بس کا نہیں ہے۔

باب ہفتم

موضوع 'احتساب' ہے: 'نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی کوشش'۔ آج جبکہ اسلامی ملکوں میں مختلف قسم کے قانون رائج ہیں۔ فوج، پولیس اور عدالتوں کی جدید تر صورت موجود ہے، اس باب کی اہمیت شاید کم سمجھی جائے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جس وقت کسی قدر شرعی حکومتیں اور ان کے محکمہ ہائے احتساب موجود تھے۔ یہ باب سنہری حروف میں لکھنے کے قابل تھا۔ اسی خاطر، شاہنشاہ اکبر کے ہم عصر درویش، حضرت اخوند درویزہ پشاوری نے اپنی پشتو کتاب 'مخزن الاسلام' میں اس باب کا ترجمہ پیش کر دیا ہے اب بھی اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو اس میں قابل قدر اشارے مل جائیں گے اس باب کی ابتدائی عبارت کا ترجمہ یوں ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ضروری ہے کہ تم مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ موجود ہو،

جو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے ۔ یہ لوگ ہی نجات پانے والے ہیں (۱۰۴ : البقرہ) اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تین کاموں کی ہدایت فرمائی

ا ۔ نیکی کی تعلیم دینے اور برائی سے روکنے کی فرضیت ۔

ب ۔ یہ کام فرض کفایہ ہے ۔ ایک بڑی تعداد میں سے ایک گروہ کا اس کام میں لگا رہنا کافی ہے ۔ اگر ایک محلے میں سے ایک شخص ہی اس کام کے لیے اٹھ کھڑا ہو ، تو دوسرے گنہگار نہ ہوں گے اور ان سے یہ فرض ساقط ہو جائے ۔ البتہ سب ہی تساہل برتیں تو گناہ گار اور اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے ۔

ج ۔ یہ کام حقیقی کامیابی اور نجات کا ضامن ہے ۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا : جس قوم کے لوگ تمام طور پر برائیوں اور گناہگاروں کا ارتکاب کریں اور کوئی بھی برائی سے رکنے والا اور دوسروں کو روکنے والا نہ ہو تو خدائے تعالیٰ اس ساری قوم کو عذاب میں مبتلا کر دے گا ۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ حدیث نبویؐ فرمائی : اس ہستی کی قسم جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا ۔ اور تمہاری دعا قبول نہ کرے گا ۔ مگر یہ کہ تم نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہو ۔ حضرت ابو امامہ باہلیؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا عورتوں کی مردوں پر حکمرانی ، نوجوانوں کے گناہوں میں پھنسنے ، جہاد سے جی چراتے اور نفسانی خواہشات کے غلام بن جانے سے بڑے عیب یہ ہیں کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا کام ترک کر دیا جائے ۔ ایسا کرنے سے نیکی اور برائی کی تمیز اٹھ جائے گی حضرت ابو عبیدہ جراحؓ نے ایک حدیث شریف روایت کی ہے کہ :

ظالم حاکم کو حق بات سنانے کے جرم میں جو ماخوذ ہو ، اس کے بڑے درجات ہیں ۔

نیکی کا درس دینے اور تلخ نصیحت کرنے ہیں، جس کسی کو حاکم یا بادشاہ قتل کروا دیں، وہ بڑا صاحب۔ فضیلت شہید ہوگا، ایک دوسری حدیث ہے:۔ ظالم حاکم کے روبرو، سچی بات کہنا، بہت بڑا جہاد ہے ۔۔۔۔۔ "

احتساب کے مسائل

اس باب میں "احتساب" کے فنی اور فقہی مسائل بیان کئے گئے ہیں یہ فنی باتیں اس کتابچے کے درجے سے بالاتر ہیں۔ تاہم ایک دو آسان بحثیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ "معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں احتساب، کرنے میں صرف وعظ و نصیحت اور تلقین سے کام لیا جائے۔ حاکم یا محتسب مارنے پیٹنے اور سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتا لیکن اہل سنت والجماعت کے سب گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ احتساب میں اللہ اور بندوں کے حقوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں اور محتسب کا کام ہے کہ حکمت علی سے کام لے کہ شرع کو نافذ کرے:

۲۔" احتساب کے دوران اگر مجرم اور ان کے حمایتی لڑائی جھگڑے پر اتر آئیں، تو بعض علماءؒ کے نزدیک احتساب کرنے والوں کو خاموشی اختیار کرنا چاہیئے اور بعد میں بادشاہ یا حاکم کی اجازت سے انہیں گرفتار کروانے اور سزا دلوانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ لیکن کئی علماءؒ کا خیال ہے کہ 'احتساب' چونکہ شرع کا جزو ہے، اور شرع کا حکم نافذ ہونا ضروری ہے اس لیے محتسب دیندار لوگوں کی مدد سے بلوائیوں سے مقابلہ کرے، انہیں گرفتار کروائے اور اس ضمن میں حاکم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" ہم خود بھی اس آخری رائے سے متفق ہیں۔ لیکن یہ کام بصیرت کے ساتھ انجام پائے تاکہ برائی مٹ جائے اور خواہ مخواہ کے جھگڑوں کا

ظہور نہ ہو۔۔۔:

حضرت شاہ ہمدان چونکہ مبلغ اور راز خود محتسب تھے، اس خاطر اس باب میں انہوں نے خوب زور قلم فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مبلغ اور محتسب تعلیم یافتہ افراد ہوں۔ ان میں ایسی سوجھ بوجھ ہو کہ معاملات نمٹا سکیں اور بے تکی، نامعقول اور خرافاتی گفتگو سے لوگوں کو دین سے بدظن نہ کرتے پھریں۔

جو واعظ و محتسب، قرآن مجید اور احادیث سے بے خبر ہو۔ شاہ ہمدان اسے قصہ خواں قرار دیتے ہیں۔ آپ بادشاہوں اور حاکموں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ احتساب کا کام کرنے والوں کی مناسب تعلیم و تربیت کی جائے۔ وہ فقہ کی ابتدائی باتوں، فن تقریر اور ہر محفل میں مناسب انداز گفتگو اختیار کرنے سے آگاہ ہوں۔ اگر جاہل لوگوں کو محتسب بنا دیا گیا، اور اس کے خراب نتائج نکلے، تو بادشاہ اور حاکم گناہگار ہوں گے۔ جو لوگ اللہ کی رضا کی خاطر احتساب و تبلیغ و کر رہے ہوں، ان کے کام میں، خلیفہ مختص باللہ عباسی کی مانند، مداخلت نہ کی جائے

حکایت

حضرت شیخ ابوالحسن نوری نے اپنی چھڑی سے شراب کے کئی مٹکے توڑ ڈالے۔ یہ واقعہ دریائے دجلہ کے کنارے رونما ہوا۔ لوگ شراب خلیفہ معتضد باللہ عباسی کے دربار میں استعمال ہونے کی خاطر لے جا رہے تھے، ملازم روکتے رہے مگر حضرت شیخ نوری نے ایک نہ سنی ملازموں نے خلیفہ سے شکایت کی۔ حضرت نوری کو بلوایا گیا اور لوگوں کا خیال تھا کہ جابر خلیفہ ان کو سخت ترین سزا دے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ آپ کی باتوں نے اس کا دل موم

کر لیا۔ خلیفہ نے کہا: آپ جیسے نیک آدمی کو میں سرکاری طور پر محتسب مقرر کرتا ہوں
شیخ ابوالحسن بولے: میں خدا کے حکم مطابق احتساب کرتا ہوں. آپ جیسے مسلحتی اور
برائیوں کے حامی شخص کے حکم سے کوئی کیا احتساب کرے گا؟ ہم سے جو ہو سکا خود
ہی کرتے رہیں گے۔

باب ہشتم

اس باب کا موضوع بحث" اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر کی اہمیت، شکر کی اقسام
اور جاکروں کی خاطر شکر کے آداب" ہے ابتدائے باب میں آپ نے کائنات اور انسانی
وجود میں اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتوں اور ان کے ادائے شکر کی ضرورت کا ذکر کیا ہے۔
پھر چند احادیث شریف نقل فرمائی ہیں مثلاً:

۱۔ تین خوبیاں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں: شکر ادا کرنے والا دل، خدا کا
ذکر کرنے والی زبان اور مصیبت میں صبر کرنے والا نفس۔ (راوی حضرت عبداللہؓ
بن عباسؓ ہیں)

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص پر ہم کوئی بخشش کریں، اور اسے اس کا احساس
ہو اور الحمد للہ رب العلمین، کہہ دے، اس نے شکر کا حق ادا کر دیا (راوی
حضرت علیؓ ہیں)

• شکر، اولیاء اللہ کے مقامات میں سے ایک مقام ہے. سالکوں کے مقامات
کی تین بنیادیں ہیں. علم، حال اور عمل۔ "علم" اس بات کا جاننا ہے کہ فلاں نعمت،
اللہ تعالیٰ کی دین ہے" حال"، علم کا نتیجہ کہ دل و زبان اللہ تعالیٰ کے شکر میں لگ جائیں۔

اور "عمل" ان دونوں امور کا مزید نتیجہ ہے کہ "شاکر کے سارے اعمال سے شکرِ نعمت کا احساس ٹپک رہا ہو"۔ بادشاہوں اور حاکموں کے لیے احساسِ شکر یہ ہے کہ ان کے دل و زبان سے "الحمد للہ" نکلے، اور ہاتھ سے وہ اللہ کی مخلوق کا بھلا کریں۔

حکایات

۱۔ شکر اور احساسِ عبرت

ایک بزرگ صوفی اکثر مزاروں پر، قید خانوں اور ہسپتالوں میں جاتے تھے۔ اس کام کی حکمت کے بارے میں فرمایا: ہسپتالوں میں مریضوں کی بیماریاں اور تکلیفیں دیکھ کر میں احساسِ عبرت لیتا ہوں، صحت کی قدر کرتا ہوں اور سلامتی کی نعمت پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ قید خانوں میں مجرموں کو مختلف سزائیں بھگتتے دیکھ کر مجھے جرائم سے نفرت ہوتی ہے، نیکی اور پاک دامنی کی قدر کرتا ہوں اور قید خانے سے محفوظ رہنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ مزاروں پر جا کر، مردوں کی بے بسی کا احساس کرتا ہوں۔ انہیں کتنی حسرت ہو گی کہ کاش دنیا میں لوٹائے جاتے، اور اس طرح گناہگار اپنے گناہوں کی تلافی کر سکتے اور نیک لوگ اپنے درجے بڑھوا سکتے۔ اس وقت میں زندگی کی قدر کرنے کا سوچتا ہوں، اور خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا سوچنے کی صلاحیت دی ہے۔

۲۔ قبر اور یادِ آخرت

حضرت ربیع بن خثیم ایک تابعی تھے۔ آپ بے حد عبادت گزار اور خدا ترس شخص تھے۔

انہوں نے اپنے گھر میں قبر بنا رکھی تھی اور ہر دن اس کے اوپر بیٹھتے اور کہتے: "خدایا یہ وہ قبر ہے جس کا تو نے وعدہ کر رکھا ہے۔ مجھے ایک دن کے لیے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں نیک عمل انجام دے سکوں۔" اس دعا کے بعد، قبر کے سرہانے سے اٹھتے اور فرماتے:

"ربیع، جو تو نے مانگا، مل گیا۔ اب اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت زندگی پہ شکر کرو۔ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ تو فرصت اور مہلت مانگے مانگے گا، اور نہیں ملے گی۔"

اس باب میں شاہ ہمدانؒ نے صوفی شعراء کے کافی فارسی شعر نقل کیے اور اپنے بیان کو پُر تاثیر بنایا ہے۔

باب نہم

عنوان "صبر و شکر کی حقیقت اور ان نعمتوں کی فضیلتیں" ہے اور گویا آٹھویں باب سے خاصا مربوط ہے۔ اس باب میں شکر و صبر کا ربط، اور صبر کی شکر پہ فضیلت کا بیان ہے کہ: "قیامت کے دن اعلیٰ درجے کے شکر کرنے والے بندے بلائے جائیں گے اور انہیں صلہ دیا جائے گا۔ پھر صبر کرنے والے بلائے جائیں گے۔ ان لوگوں کے دل دھڑک رہے ہوں گے کہ کیا ہمیں بھی شکر کرنے والوں کے برابر بدلہ ملنے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ لوگوں نے ہر مصیبت برداشت کی، اور اس پہ شکر ادا کیا، اس لیے آپ کا صلہ، شکر کرنے والوں سے دو چند ہے۔" صبر کی فضیلت کے بارے میں آپ نے چند احادیث نقل فرمائی ہیں جیسے:

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: صبر آدھا ایمان

اور پورا یقین ہے - ایک دوسری حدیث ہے: صبر، جنت کی کلیدوں میں سے ایک کلید ہے: لکھتے ہیں کہ صبر دین کے مقاموں میں سے ایک مقام ہے، اور قرآن مجید میں ستر بار سے زیادہ اس کا ذکر آیا ہے۔ خدا کے خاص بندے صبر سے آزمائے جاتے ہیں۔ کسی نے آنحضرتؐ سے اپنے بارے میں عرض کیا کہ وہ جسمانی طور پہ بہت کمزور ہوگیا ہے اسے کیا کرنا چاہیئے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: جس کسی کا جسم بیماری سے کمزور نہ ہو یا جس کے مال میں کمی نہ آئے، وہ کیا آدمی ہے؟۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پہ مصیبت بھیجتا اور صبر کے ذریعے انہیں آزماتا ہے۔

صبر کی فضیلت کے بارے میں فرماتے ہیں: صبر مصیبت پر ہوتا ہے جبکہ شکر عام طور پر بخشش اور نعمت پر۔ صبر و شکر بعض عمومی ہوتے ہیں اور بعض خصوصی - اگر ایسا نہ ہو تو ذرا غور کریں، حضرت اسحقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت شعیبؑ (صابر انبیا) مرتبے میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیم (شاکر انبیا) پر فائق ہوتے۔

حضرت ایوبؑ کا صبر خصوصی نوعیت کا تھا - آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: بہشت کے سب دروازوں کے دو طبقے ہیں مگر صبر کے دروازہ کا دوسرا طبقہ نہیں ہے۔ اس دروازے سے جو شخص سب سے پہلے داخل ہوگا۔ وہ حضرت ایوب علیہ السلام ہوں گے - اب ہم اس عارفانہ باب کے بعض عام مطالب کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

۱- صبر ایمان کا جدا نہ ہونے والا لباس ہے:

حضرت داؤدؑ نے ایک بار خدائے تعالیٰ سے التجا کی: خدایا، تو اس غریب بڑھیا کو کیا جزا دے گا جو غم و ہم سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ تیری رضا کی خاطر، صبر کرتی ہے۔

ارشاد فرمایا گیا: اس کی جزا ایمان کا وہ لباس ہے جو اس سے کبھی جدا نہ ہوگا۔

(ب) صبر کے تین درجے

مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کرنے کے تین درجے ہیں: پہلا یہ کہ طبیعت پر سکون ہو اور کسی طرح کی شکایت زبان سے نہ نکلے۔ اگر بے اختیار، کسی شکایت کا اظہار ہو جائے۔ تو حرج نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے فرزند دلبند حضرت ابراہیم فوت ہوئے، تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے عرض کیا؛ اللہ کے رسول ﷺ آپ نے ہمیں تو ایسا کرنے سے منع فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا: نہیں، یہ تو دل اور آنکھ سے رحمت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ صبر کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ صبر کرنے والا، اس کام کے صلہ کو نظر میں رکھے۔

صبر کا تیسرا درجہ صدیقوں اور اولیاء کا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے آنے والے ہر امر کو دل سے پسند کرتے ہیں۔ یہ کمال صبر ہے۔

باب دہم

یہ آخری باب، حاکموں کے حوالے سے، غرور اور غصے کی برائی کے بیان اور نرمی نیز معاف کر دینے کی صفت کی تعریف و توصیف میں ہے۔ اس باب میں غرور و کبر کی وجوہ، ان کی اقسام اور علاج کے طریقے فاضلانہ طریقے سے بیان فرمائے گئے ہیں۔

دسویں صدی ہجری کے ایک مصنف ابن الکربلائی تبریزی نے "روضات الجنان و جنات الجنان" (جلد اول) میں اس باب کا اکثر حصہ نقل فرمایا، اور اس کی تعریف کی ہے۔

اور
ابتدا میں آپ نے غرور کی مذمت میں احادیث اور بزرگوں کے اقوال نقل فرمائے ہیں جیسے :

ا ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ذرہ بھر غرور ہو گا ۔ اسے دوزخ کی آگ کے حوالے کیا جائے گا

(ب) حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا :۔ جس شخص کے دل میں معمولی غرور بھی ہو، وہ جنت میں نہیں جا سکے گا۔

ج ۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : امیر لوگ اگر ثواب کی خاطر، فقیروں سے دعا کے طالب ہوں تو زہے نصیب ۔ لیکن درویش و فقیر، اللہ کی رضا کی خاطر، اگر مغرور امیروں سے بے نیازی برتے، تو پہلی بات سے زیادہ اچھا ہے ۔

د ۔ حضرت یحییٰؒ بن معاذ رازی نے کہا ہے : جو شخص دنیا کے مال پر غرور کرے، اس کے ساتھ غرور کرنا ، خاکساری ہے ۔ مغروروں کے ساتھ غرور برتنے سے ان کے غرور کا نشہ ٹوٹ جاتا ہے ۔

غرور وعظ

ایک شخص نے حضرت عمر فاروقؓ سے التجا کی کہ مجھے صبح کی نماز کے بعد وعظ کرنے کی اجازت دیں ۔ اس کا غرورِ وعظ دیکھ کر آپ نے فرمایا : مجھے ڈر ہے کہ اس وعظ سے تو اپنے آپ کو آسمان پر سمجھنے لگے گا ، اور تباہ و برباد ہو جائے گا

غرور کی دس علامات

حضرت شاہ ہمدان نے غرور والے کی حسب ذیل علامات لکھی ہیں :

۱۔ دوسروں کے ساتھ بیٹھے، تو تکیہ لگائے۔

۲۔ اکڑ کر چلے اور کپڑوں کو سنوارتا رہے۔

۳۔ لوگوں کو اپنا استقبال و احترام کرتے دیکھ کر خوش ہو۔ یاد رہے کہ آنحضرتؐ جب صحابہؓ کی محفل میں آتے، تو انہیں اپنے احترام میں کھڑے ہونے سے منع فرماتے تھے۔

۴۔ اپنے وقار کی خاطر، دوسروں کو ساتھ لے کر چلے۔

۵۔ نیکوں کی صحبت سے نفرت کرے اور ان سے دوری کا طالب ہو۔

۶۔ محفل میں آئے، تو خاص آرام دہ یا نمایاں جگہ میں بیٹھنے کی کوشش کرے۔ یہ بات، سنت نبوی کے بالکل خلاف ہے۔

۷۔ بیماروں اور غریبوں سے دور بھاگے۔

۸۔ گھر کے کام کاج اور چھوٹی موٹی باتوں سے بے اعتنائی برتے۔

۹۔ بازار جانے اور سودا سلف خریدنے کو اپنی توہین جانے۔

۱۰۔ عمدہ لباس کی حرص رکھے۔

(ان باتوں میں سے بعض آج کل کا فیشن بن چکا ہے اور انہیں شاید غرور نہ کہا جائے،

تکبر کے اسباب اور ان کا معنوی علاج

اس دلچسپ بحث میں حضرت شاہ ہمدان فرماتے ہیں کہ غرور و تکبر سات اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔ خاندان، حسن، طاقت، مال اور جاہ و مرتبہ پانچ دنیوی سبب ہیں اور علم اور علم کے نام کے دو سبب دینی ہیں۔ مصنفؒ ساتھ ساتھ ان اسباب مرض کا علاج بھی بتاتے جاتے ہیں، ہم اس طویل بحث کو چند سطور میں پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں:۔

۱۔ خاندان و نسب

بڑے اور نامور خاندان کے افراد، اپنے عیبوں اور نقائص کے باوجود، غیر معروف خاندان اور کم درجے کے لوگوں سے، خواہ وہ صاحب فضیلت ہی ہوں، نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور انہیں خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ صریح حماقت ہے۔ فضیلت تو تقویٰ اور علم و عمل کی ہے نطفے کی نسبت بے سود ہے۔ پھر بڑائی اور عظمت بھی اضافی چیزیں ہیں۔ ایک چیز ایک شخص کو بھاتی ہے، اور دوسرا اس سے نفرت کرتا ہے۔ باپ دادا میں اگر واقعی خوبیاں تھیں، تو انہیں حاصل کر کے اولاد سربلند ہو سکتی ہے ورنہ یہ فخر ایک وہم اور خود فریبی ہے۔ جناب رسالت مآبؐ نے دو اشخاص کو باپ دادا پر فخر کرتے سنا، فرمایا: حضرت موسیٰؑ کی قوم کے دو شخص اسی فخر میں مبتلا تھے۔ اور اپنی نو پشتیں گن گن کر خوش ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: تمہیں جن پر فخر تھا، وہ سب دوزخ کی آگ کا ایندھن ہیں۔ کیا اب بھی ان پر فخر کرو گے؟

۲۔ حُسن و جمال

اس غرور کا زیادہ تعلق عورتوں سے ہے۔ حالانکہ بعض مرد بھی اس سے خالی نہیں ہوتے۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن کی غلاظتوں پر غور کرے کہ اگر ایک دن ان کا ازالہ نہ ہو، تو جینا حرام ہو جائے۔ اسی لیے حسن و جمال، اس سبزے کی مانند ہے جو گوبر اور گندگی پر اگا ہو۔ پھر یہ حسن کتنا ناپائدار ہے۔ معمولی بیماری، اس کا ستیاناس کر دیتی ہے اور بعض بیماریوں کے نقوش ساری عمر باقی رہتے ہیں۔ بہرحال، حسن و جمال شکر کا باعث تو ہے، مگر غرور کا موجب نہیں بننا چاہیئے۔

۳۔ جسمانی طاقت

پہلوانی اور طاقت آزمائی کا غرور حیرانیت ہے۔ بیماری اس طاقت کا کیا حال کر دیتی ہے۔ پھر آدمی حیوانات سے کیسے کشتی کرے یا ان کے برابر بوجھ کیسے اٹھائے گا؟ وہ تو مچھر کے مقابلے میں اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔ نباتات اور حیوانات کو خوراک بنا کر، اس عارضی طاقت پر گھمنڈ کیسا؟

۴۔ مال و ثروت

امراء، حکام اور بادشاہ اس غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مکانات، جائیداد، زمینیں اور سونے چاندی کے سکے عقل کو مات کر دیتے ہیں اور لوگ اپنے ہم نوعوں کو ہیچ سمجھنے لگتے ہیں۔ دولت و ثروت کی ناپائیداری سب پر واضح ہے، اور یہ کسی ایک کی

ملکیت نہیں رہ سکتی۔ ایک مسلمان اس سے مرعوب نہیں ہوتا۔ اگر یہ مومنوں کی ہی میراث ہوتی تو غیر مسلموں کو کیوں ملتی؟ بے شک مال و ثروت اللہ کی نعمت ہے مگر نعمت پر شکر کیا جائے یا اللہ کی مخلوق کو اپنا غلام بنانے کی فکر کی جائے؟۔

۵ جاہ و مرتبہ

اولاد، حمایتی، جاہ و جلال اور مرتبے کی شان، باعثِ تکبر بن جاتی ہے بادشاہوں حاکموں اور بعض دوسروں کو اس سے دھوکا لگ جاتا ہے، حالانکہ یہ سب مال و ثروت کی طرح ناپائدار اور خواب و خیال قسم کی چیزیں ہیں۔ خواب میں کبھی آدمی اچھی چیزیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور کبھی ڈراؤنی صورتیں دیکھ کر اسے وحشت ہوتی ہے۔ اس فتنے کو بھانپنے اور اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

۶۔ علم و فضل

نام نہاد اور کم ظرف علما "علم و فضل" کے غرور میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ سوچتے ہیں کہ دنیا کے سارے علم پڑھ گئے۔ انہیں دوسروں کا احترام عزیز نہیں حالانکہ محض انسان ہونے کی حیثیت سے عالم و جاہل سب احترام کے مستحق ہیں، در اصل یہ لوگ مناظرہ اور دوسروں کو نیچا دکھانے کی خاطر پڑھتے ہیں۔ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے بے عمل عالموں کو ان گدھوں سے تشبیہ دی گئی ہے جن پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ (۶۲: ۵) علم و فضل پر مغرور افراد بھی ویسے ہی ہیں۔ آدمی کو چاہیئے کہ وہ اپنے علم کی بے مائگی پر غور کرے، اور انکساری برتے۔

۷۔ عمل و عبادت کا غرور

یہ غرور ایسے عابدوں اور نام کے صوفیوں میں پیدا ہوتا ہے جو بے مرشد اور دل کی اصلاح سے بے بہرہ ہوں۔ غرور اس بات کی علامت ہے کہ ان کی عبادات و اعمال میں ریا ہے اور ان کے دل بے اثر ہیں۔ یہ لوگ عافیت کے طالب اور مصیبتوں سے خائف ہیں حالانکہ ان کو جاننا چاہیئے کہ انبیاؑ اور اولیاؒ اللہ پر مصیبتیں آتی رہیں اور ظالم اور فاسق سزا پائے بغیر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس لیے جس کسی کو عافیت میسّر ہو۔ یہ اس کی بزرگی کی علامت نہیں ہو سکتی۔ خلاصہ، عبادات و عمل پر غرور کرنے والے "ناجر" ہیں اور انہیں خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خاکساری کی ضرورت ہے۔

آنحضرتؐ عمل و عبادت کے تکامل کے باوجود، کتنے خاکسار تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: "کاش میں مچھلی کی صورت میں ہوتا، لوگوں کی غذا بن جاتا اور قبر کی قید سے بچ جاتا"۔ ایسا ہی قول حضرت ابو عبیدہ جراحؓ کا ہے کہ: "کاش مجھے گوسفند بنایا گیا ہوتا کہ لوگ مجھے کاٹ کر کھا جاتے اور میں قیامت کے حساب کے خوف سے بچ جاتا"۔ حضرت داودؑ علیہ السلام خدا کے خوف سے رویا کرتے اور فرماتے: خدایا رحم فرما۔ ہم تیری رحمت کے آفتاب کی تاب نہیں لا سکتے۔ تیرے غضب کی آگ کو کس طرح برداشت کریں گے؟ جب انبیاؑ، صحابہؓ اور بزرگوں کو اپنی عبادات و عمل پر غرور نہیں تھا، تو ہم جیسے گئے گذرے لوگ کس طرح غرور کر سکتے ہیں؟ جو غرور سے باز نہ آئے، اسے اپنی عبادت و عمل کے "غرور" (دھوکا) ہونے کے بارے میں شک نہیں کرنا چاہیئے۔

باب دہم کی حکایات

۱۔ دوسروں کی خدمت اور اپنا کام کرنے سے آدمی کی عظمت کم نہیں ہوتی

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے ہاں ایک مہمان آیا۔ مہمان رات کو کچھ لکھ رہا تھا کہ چراغ بجھ گیا۔ وہ اٹھنے لگا کہ چراغ جلائے مگر حضرت عمر نے منع کر دیا اور فرمایا: میرے مہمان کو خود کام نہیں کرنا چاہیئے۔ مہمان نے کہا: میں آپ کے خادم کو جگا دوں؟ فرمایا: نہیں دن کو کام کرتا رہا اور ابھی سویا ہے۔ حضرت عمر خود اٹھے اور چراغ جلایا۔ مہمان بولا امیر المومنین، آپ نے اس کام کے لیے خود تکلیف اٹھائی۔ فرمایا: چراغ روشن کیا تو کیا ہوا؟ میں چراغ بجھتے وقت خلیفہ عمر بن عبدالعزیز تھا اور اب چراغ کو روشن کرنے کے بعد بھی وہی ہوں، میری عظمت میں فرق نہیں آیا۔ دوسروں کی خدمت اور اپنا کام کرنے سے آدمی کی عظمت کم نہیں ہوتی۔

۲۔ خاکساری اور تواضع کی آزمائش

حضرت سفیان ثوریؒ مکہ معظمہ گئے تو حضرت ابراہیم ادھمؒ نے انہیں بلا بھیجا مقصد ان سے احادیث سننا تھا۔ حضرت سفیان نے کئی حدیثیں سنائیں مگر حضرت ابراہیم ادھم پر بظاہر ان حدیثوں کے عظیم مطالب کا کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت سفیان ثوری کے چلے جانے کے بعد، لوگوں نے ابراہیم ادھم کو ملامت کی کہ آپ نے اتنے بڑے بزرگ کو بلایا، ان سے ایمان پرور احادیث اور دوسری باتیں سنتے رہے اور کوئی اثر قبول نہ کیا

حضرت ابراہیم ادھم بولے : آپ کو کیا خبر ہیں نے کتنا اثر قبول کیا ہے ! میں حضرت سفیان کی خاکساری اور تواضع آزما رہا تھا ، اور اس بات سے بے حد متاثر ہوا ہوں کہ انہوں نے کسی ستائش کے بغیر اپنے کام کو جاری رکھا ہے ۔

۳۔ مغرور دل پر قولِ حق کا اثر

امیر زادہ مہلب ، بے حد سخت مزاج تھا ۔ حضرت مطرف رح بن عبداللہ تابعی اس کے معاصر تھے ۔ ایک دن مہلب زرق برق لباس اکڑتا چل رہا تھا کہ حضرت مطرف نے ٹوک دیا : خدا اس رعنائی اور اکڑ خوانی کو پسند نہیں کرتا ، امیر زادہ ! خدا سے ڈرو " مہلب طیش میں آگیا اور بولا : آپ مجھے جانتے نہیں ہیں ؟ حضرت مطرف بولے : خوب جانتا ہوں ۔ ابتدا میں تم ایک بدبودار نطفہ تھے ۔ اس وقت غلاظتوں کے ڈھیر اٹھائے ہوئے ہو اور آخر کار تم ایک بدبودار مردار ہو گے ۔ بتاؤ اس کے علاوہ تم اور کیا ہو ؟ کہتے ہیں کہ اس دن سے امیر زادہ مہلب نے غرور اور بے جا رعونت سے توبہ کر لی تھی ۔

یہاں ہم نے " ذخیرۃ الملوک " پر بحث ختم کر دی ۔ اس کتاب کی ضخامت بڑی تقطیع کے کوئی ۲۰۰ صفحات ہے اور ہر باب کے ۲۰ سے ۴۰ صفحے ہیں اور ناظرین محسوس کریں گے کہ اس کتاب کے اردو ترجے اور پورے خلاصے کی خاص اہمیت ہو سکتی ہے ۔

۴۔ شاہ ہمدان رح کے خطوط

فارسی اور عربی زبانوں میں شاہ ہمدان کے دو درجن خطوط ہمارے پاس موجود ہیں ۔

ان خطوط کو آپ نے اپنے مختلف طبقوں کے مریدوں کے نام لکھا اور بڑی دل لگتی باتیں کی ہیں آپ کے مخاطبین میں بادشاہ، امرا اور فقرا سبھی شامل ہیں۔ یہاں ہم ان کے خطوط کے بعض اقتباسات کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

سلطان قطب الدین شاہمیری کشمیر کے بادشاہ کو لکھتے ہیں: میرے عزیز، اگر صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی دینداری کا خیال کریں اور قرونِ اولیٰ کے بزرگوں کے اعمال پر نظر ڈالیں۔ تو اپنی بداعمالیوں کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مجوس اور یہودی بھی ہماری دینداری کو اہمیت نہ دیں گے ۔۔۔۔ قیامت کے دن ہر ذمہ دار شخص سے اس کے ذاتی اور اجتماعی فرائض کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ میرے عزیز، تجھے عبادات کرنے کے علاوہ، اللہ کی مخلوق کے حقوق اور ان کے ساتھ عدل وانصاف کے ذریعے یکساں برتاؤ کا خیال رکھنا چاہیئے۔ میری نصیحت یاد رکھو کہ رعایا کا مال حرام طریقے سے نہ کھاؤ اور اپنی مملکت کے محتاجوں کی حاجات پوری کرو۔۔۔۔ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق، نماز وصدقات کا نظام قائم کروانا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام کروانا، تیری ذمہ داری ہے۔ یاد رکھو، جو حاکم شرع کے نفاذ کے بارے میں کوشش نہ کرے، اسے حاکم انبیاؑ اور خلفائے راشدینؓ سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی:

بکھلی کے حاکم، سلطان شرف الدین خضر شاہ کے نام شاہ ہمدان کا ایک مفصل خط ایک طرح کا 'وصیت نامہ' ہے لکھتے ہیں۔

" اے حاکم! اتحقوں اور کمزوروں کی دلجوئی کر، مسکینوں، درویشوں، یتیموں اور ضرورت مندوں کی مرادیں پوری کر۔ اور عام رعایا کے ساتھ حسن سلوک کو اپنا طریقہ بنا۔ دین کی خاطر غیرت پیدا کر، لالچ اور ہوس سے بچ کے رہ۔ میرے عزیز، تیری بےغیرت غیرت

ٹپک رہی ہو۔ تیری خاموشی سے سوچ بچار ظاہر ہو۔ تیرے قول و فعل میں مطابقت ہو۔ تو اپنے وعدے پورے کرے۔ اللہ والوں سے دوستی رکھے۔ اللہ کی بخشش و عطا پہ شکر کرے۔ مصیبتوں پہ صبر کرے اور احتساب یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خیال رکھے۔ پکھلی کے حاکم کے نام شاہ صاحب کے ایک جرأت مندانہ خط کا ذکر، ان کے حالاتِ زندگی میں گذر چکا۔ دیگر خطوط میں بھی یہ مرشدانہ شان جلوہ گر نظر آتی ہے۔

علمی اور دینی بحثیں

حضرت شاہ ہمدان نے خطوط میں دلآویز علمی اور دینی بحثیں چھیڑی ہیں۔ بعض باتوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

علم کی طلب

علم کا حاصل کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر عمل ممکن ہے۔ مگر یاد رکھو کہ حقیقی علم وہ ہے جس سے زندگی سنورے، اور دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں نجات حاصل ہو۔ جس علم سے آدمی بادشاہوں کے دربار میں پہنچ کر ان کا خوشامدی بنے یا خواہش نفس کا غلام ہو کر قاضی اور مفتی کہلائے، اس سے خدا کی پناہ۔ ایسے نام نہاد علما کے بارے میں کسی نے ایک کہانی لکھی ہے کہ: ایک بزرگ نے شیطان مردود کو دیکھا کہ بے کار بیٹھا ہوا ہے۔ پوچھا کہ اے کمینے! کس کی تاک میں ہیں۔ بولا: آج کل مجھے عالموں کے ایک خاص گروہ کی مدد حاصل ہے اس لیے آرام کر رہا ہوں۔

میرے عزیز! علم وہ ہے جو لکھنے پڑھنے اور روزی کمانے سے سوا، آدمی کی نجات

کا معاون ہو۔ تیری عمر جب ساٹھ سے تجاوز کرنے لگے، اس وقت لکھنے پڑھنے کے شوق سے زیادہ اپنے ایمان کو سلامت لے جانے کا ذوقِ فکر پیدا کر۔ عبادات فرض ہیں۔ ان کی ادائیگی سے فرض ساقط ہو جاتا ہے، مگر ضروری ہے کہ ان کی مدد سے دل کی اصلاح ہو، ورنہ ایمان زبان ہلانے کا نام ہوگا اور عبادات، رسوم بن رہیں گی۔

میرے عزیز، حقیقی علم خاکساری سکھاتا ہے۔ آنحضرتؐ، علم و عمل کے کمال کے باوجود گناہوں سے پناہ مانگتے تھے۔ مگر ظاہر بین اور بے ظرف عالم، اپنے معمولی اعمال پر اترانے لگتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: "لوگوں کے ساتھ ان کی عقل و فہم کے مطابق بات کیا کرو" مگر مغرور عالم، لوگوں کو سمجھانے کے بجائے ان پر رعب ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غرور والے اشخاص کو نہ علم کی طلب ہوتی ہے اور نہ دوسروں کو سمجھانے کا درد"۔۔۔

صبر اور شکر

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان کے دو حصے ہیں: ایک صبر ہے اور دوسرا شکر۔ ایک مصیبتوں پر صبر کرنا اور دوسرا اس کی نعمتوں پر شکر کرنا ہے۔ مصیبت آئے تو صبر کریں اور نعمت ملے تو شکر ادا کریں۔ صبر کیا ہے؟ مصیبت اور مشکل میں آدمی کے قول و فعل اور حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہونا۔ میرے عزیز، جس کسی میں صبر و شکر نہ ہو، توحید کے بارے میں اس کا دعویٰ کوئی عملی حقیقت نہیں رکھتا۔ مصیبت اور مشکل میں صبر کرنے سے بعض ایسے راز کھلتے ہیں، جو نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر معلوم نہیں۔

ترکِ دنیا کا مفہوم

"لوگ ترکِ دنیا کو سمجھتے نہیں۔ ترکِ دنیا سے مراد، دنیا کے ایسے کام ترک کرنا ہیں

جو راہِ خدا میں رکاوٹ بنیں۔ آدمی کی بنیادی احتیاجات، خوراک، لباس اور مکان کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ جو شخص ایسی چیزوں کو ترک کر دے، وہ دوسروں کا محتاج اور ان کا دست نگر ہو جاتا ہے۔ محتاج شخص، طمع سے دل کو ہلاک کر دیتا ہے جس طرح بے ہودہ اور غیر اخلاقی کام، روحانی ترقی میں رکاوٹ بنتے ہیں، اسی طرح ضروری چیزوں کا ترک کر دینا بھی۔ مومن کی خاطر ضروری ہے کہ وہ ضروری احتیاجات والی چیزوں سے بہرہ مند ہو اور ایسے دور از کار مال و منال کو ترک کر دے۔ جس سے حرص کی بُو آتی ہو۔۔۔!

حقیقی نماز اور روزہ

"نماز ان کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر ماسوا اللہ سے نظر اٹھالیں امیرالمومنین حضرت علیؓ کو لوگوں نے اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ ان کے پاؤں میں تیر پھنسا ہوا تھا۔ کسی نے تیر کھینچ کر نکال لیا تھا، مگر آپ اس محویت سے نماز پڑھ رہے تھے کہ خبر تک نہ ہوئی۔ حقیقی نماز اسے کہتے ہیں۔

روزے کے بارے میں آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انسان کا ہر عمل ستر گنا ترقی پاتا ہے مگر روزہ اس حد سے آگے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "روزہ خاص میری خاطر ہے اور اس کا ثواب میں خود ہوں"۔ یہاں روزے کی جزا، لقائے خداوندی بتائی گئی ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔

مردِ مومن کے "دل" کی عظمت و وسعت

"میرے عزیز، خدا کی بندگی۔ انسان کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ آنحضرتؐ اشرف المخلوقات

تھے اور معراج شریف میں آپ نے دو کوس سے خالقِ کائنات کا جمال دیکھنے کی سعادت حاصل کی، اس کے باوجود خدا نے آپ کو اپنا بندہ (عبد کہہ کر پکارا، اور آنحضرتؐ کو اس منزلت پر ناز تھا۔ بندگی سے مومن کے 'دل' کی عظمت اور وسعت ہے۔ اس طرح مردِ مومن کا قلب، اللہ تعالیٰ کے رازوں کا امین اور اس کی تجلیات کا محور بنتا ہے۔ شیخ سہیل تستریؒ نے فرمایا: 'مومن کے دل سے زیادہ محترم اگر کوئی اور چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی معرفت اسی میں رکھتا'۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'میں آسمان میں سما سکتا ہوں نہ زمین میں، مگر مردِ مومن کے 'دل' میں جگہ پاتا ہوں۔

ایک دوسرے کی مدد کا عملی کام

'کسی بزرگ سے لوگوں نے پوچھا: خدا کی رضا حاصل کرنے کے کتنے طریقے ہیں؟ فرمایا: طریقے لوگوں کی سانسوں کے برابر (ان گنت) ہیں مگر آسان اور مختصر طریقہ، خدا کی مخلوق کے دلوں کو آرام پہنچانا ہے'۔ میرے عزیز! ہم خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی راستے پر گامزن ہیں اور تمہیں نیز دوسروں کو اس روش پر چلنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ حضرت رسالت مآبؐ کا فرمان ہے: 'جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ایک حاجت پورا کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ستّر حاجتیں پوری فرماتا ہے' خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا، ایک ایسا 'احسان' ہے جو حقیقی نیکی کا ضامن ہے۔

کسی بزرگ نے سنا کہ ایک بادشاہ، بڑا عابد، زاہد اور راتوں کو جاگنے والا ہے۔ فرمایا: کام تو اچھے کرتا ہے مگر اپنا حقیقی فرض بھول بیٹھا ہے۔ اسے چاہیئے کہ فرض عبادات کے بعد غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی حاجت روائی کے لیے وقت نکالے اور مظلوموں اور

کمزوروں کی داد رسی کرے۔ یہ کام، اس کے نوافل سے زیادہ بہتر ہیں۔ نوافل کا ثواب مسلّم مگر یہ خدا کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے کی برابری نہیں کر سکتے۔

میرے عزیز! بخشش کرنے میں خدا کی رضا کا مقصد پیش نظر رکھا کرو۔ نمود و نمائش اور لوگوں کی تعریف سے بچو۔ کسی کی حاجت پوری نہ کر سکو، تو نرمی کے ساتھ معذرت کرلو نبیوںؑ کے سردار آنحضرتؐ فرماتے ہیں: "معذرت سے اپنے احسان میں اضافہ کرو" عزیزم! سخاوت اور بخشش سے مال کی محبت دل میں راسخ نہیں ہوتی۔ حضرت سلیمانؑ اتنی بڑی سلطنت کے مالک تھے مگر دل میں خدا کی محبت ہی موجزن تھی۔ سخاوت کی اہمیت اس زبانِ رسولؐ سے واضح ہے کہ سخی گنہگار بھی، اللہ کا محبوب ہے۔ میرے عزیز، دوسروں کی مدد کرنے میں لگے رہو۔ . . .:

۳- رسالہ خواطریہ (عربی)

اس رسالے میں "خواطر" یعنی "دلوں" کے بارے میں عارفانہ بحث ہے۔ شاہ ہمدان سے پہلے دیگر بزرگوں مثلاً امام محمد غزالی نے اس مضمون پر کافی لکھا ہے کہ نفسانی خواہش اور شیطانی اثرات قبول کرنے یا بے اثر رہنے کے اعتبار سے، انسانی 'دل' کتنی قسم کے ہیں؟ شاہ ہمدان کا یہ اہم رسالہ جس کا اثر علامہ اقبالؒ کے جاوید نامہ (آنسوئے افلاک) میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے، برٹش میوزیم لندن میں واحد مخطوطے کی صورت میں موجود ہے۔ ہم عکسی نسخے کی مدد سے اس کا تعارف پیش کر رہے ہیں۔ ابتدائی حصے کی آیات و احادیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

" اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے اور وہی صحیح راستہ دکھاتا ہے۔ فرمان باری ہے: "اولادِ آدم!

کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی اختیار نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ میری ہی بندگی اختیار کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔' (۳۶: ۶۱)

'اولاد آدم! دیکھنا، شیطان نے جس طرح تمہارے والدین، آدم و حوا کو جنت سے نکالا ہے، تمہیں بھی فتنے میں مبتلا نہ کر دے۔ اس نے ان کا لباس اتروایا تاکہ انہیں شرمگاہیں دکھا دے۔ وہ اور اس کا گروہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں، جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔' (الاعراف ۲۰) اس لعنتی مردود کے طریقۂ کار کے بارے میں خدائے تعالیٰ اسی کی طرف سے فرماتا ہے۔

'میں ان لوگوں کے آگے اور پیچھے سے آؤں گا ان کے دائیں سے آؤں گا، بائیں سے آؤں گا۔ اور خدایا تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا (الاعراف ۸۷)

قرآن مجید میں آیا ہے:

'شیطان ان لوگوں پر غالب آگیا، پس وہ اللہ کا ذکر بھول گئے' (المجادلہ ۲۰) 'شیطان اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں تاکہ تم سے نزاع کریں' (الانعام ۱۲۱) اور 'خناس شیطان وہ ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے (الناس)

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے:

۱۔ شیطان، انسان کے وجود میں خون کی طرح حرکت کرتا ہے'

۲۔ شیطان، انسانوں کے دلوں پر حملے کرتے ہیں تاکہ وہ آسمانی بادشاہی کی طرف نہ دیکھ سکیں۔

۳۔ شیطان انسان کے دل کی طرف اپنی سونڈ بڑھاتا ہے۔ انسان اگر خدا کا ذکر کرتا ہے

تو شیطان کا حملہ بے مقصد بن جاتا ہے۔

۴۔ "تم میں سے ہر ایک پر جنوں میں سے ایک شیطان مقرر کیا ہوا ہے۔ میرا بھی ایک شیطان ہے مگر میں نے اسے مطیع اور مسلمان بنا دیا ہے" (او کما قال صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

معنوی شیاطین

مفسرین نے شیطان کے بارے میں لکھا کہ ہر وہ شخص جو شرارت اور بدکاری کے درپے ہو، معنوی طور پر شیطان ہے۔ حدیث شریف میں ہے: جنوں اور انسانوں کے شیطانوں سے خدا کی پناہ مانگو۔ لوگوں نے آنحضرتؐ سے پوچھا: کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں فرمایا، ہاں، شیطان، انسانوں کے بیرد کار بہت ہیں .... انسانوں کے شیطانوں کا اشارہ ہو چکا۔ ایک حدیث میں ہے: ایک شخص کبوتر کے پیچھے دوڑ رہا ہو، تو یہ اس امر کی مثال ہے کہ شیطان، شیطان کے پیچھے دوڑ رہا ہے (پہلا شیطان انسان ہوا اور دوسرا پرندہ)

دلوں کی اقسام

"میرے عزیز! مجھے اور تمہیں اللہ تعالیٰ اس امر کی توفیق دے کہ شیطان کی لائی ہوئی غفلت سے بچے رہیں، سب اعمال کا سرچشمہ انسانی "دل" (خاطر یا قلب ہے "دل" سے ارادے، اٹھتے ہیں اور سارے اعضا حرکت کرتے ہیں "دلوں" کو ان کی خصوصیات کی بنا پر بڑی بڑی چار قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

ربانی۔ ملکی، نفسانی اور شیطانی۔ یہاں ہم شیطانی قلب، کا ذکر کریں گے اور اس

کی تبدیلی کے طریقے بتائیں گے۔

شیطان دو قسم کے ہیں؛ معنوی اور حسّی۔ حسّی کی مزید دو قسمیں ہیں: انسی شیطان اور جنسی شیطان۔ یہ جنسی شیطان ہی ایک دوسرے کو وحی کرتے اور گمراہی کا جال پھیلاتے ہیں اور ان کے یہ اعمال حسّی ہیں.....

شیطان وہ ہے جو گمراہی کی طرف بلائے اور نیکی سے روکے لیکن کبھی کبھی یہ نیکی کے روپ میں ظاہر ہو کر انسانوں کو دھوکا دیتا ہے۔ کتنے کاموں کو لوگ دین سمجھ کر انجام دیتے ہیں مگر ان مدعات میں شیطنت پوشیدہ ہوتی ہے۔ غرض کبھی معنوی اور کبھی حسّی شیطان، انسانوں کے دل کو "شیطان کی خرابیوں" میں ملوث رکھتے اور قابل اصلاح نہیں چھوڑتے۔

اصلاحِ قلوب

حضرت شاہ ہمدان، ایک صوفی صافی کی مانند، نصیحت کرتے ہیں کہ نفس و شیطان کی مخالفت کی جائے۔ غلط خواہشات اور شیاطین سے مقابلہ کر کے ہی آدمی، انسان بنتا ہے۔ یہ مقابلہ، قلبی ہے۔ خدا کے "ذکر" سے قلب کو پاک و صاف کیا جائے، خدا کی مخلوقات اور ان کی بہتری کے بارے میں "فکر" کی جائے۔ اس "ذکر و فکر" کی برکت سے دل کا زنگ دور ہونے لگے اور قلب شیطانی اور نفسانی منزلیں طے کر کے ملکی و ملکوتی ہوگا یا رحمانی۔

یہ رسالہ ہر قسم کی برائیوں کے خلاف، مقابلے کی دعوت پر مشتمل ہے۔ حضرت شاہ ہمدان، اپنے مخاطب لوگوں کو غیرت دلاتے ہیں کہ شیطانوں سے کیوں بات ہو

گئے ہو؟۔ اللہ کی بندگی کا وعدہ کیوں بھول گئے ہو؟ شیطان سے شکست کھا کر اپنے اشرف المخلوقات ہونے کا عقیدہ عملاً کیوں خراب کر رہے ہو؟ "دل کے ٹکڑے" کی اصلاح کرو۔ اس اصلاح سے شیاطین بھاگ کھڑے ہوں گے اور سارا بدن، نیکی و تقویٰ کا مظہر بننے لگے گا۔

۴۔ انتخاب چہل حدیث

حضرت شاہ ہمدان نے "چالیس حدیثوں" کے دو مجموعوں کا عربی میں انتخاب فرمایا ہے۔ ایک مجموعے کا تعلق سادات اور اہل بیت کے فضائل سے ہے۔ ستر حدیثوں کا ایک مجموعہ، جو حضرت علیؓ کے فضائل کے بیان میں ہے۔ ان سے منسوب رہا ہے مگر حقیقت میں وہ سلیمان قندوزی کی عربی کتاب "ینابیع المودۃ" کا باب نمبر ۵۰ ہے، جو خواہ مخواہ شاہ ہمدان سے منسوب کیا جاتا رہا ہے۔ چہل حدیث کے جن انتخاب کا ہم ذکر کر رہے ہیں ایمان و عمل کے بارے میں ہیں۔

لفظ "چالیس" کی بڑی اہمیت اور شہرت رہی۔ "چہل حدیث" کے حفظ کرنے کی بڑی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔ اسی لیے بزرگانِ دین کی ایک بڑی تعداد نے "چہل حدیث" کے انتخاب کیے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم ملکوں کی زبانوں میں کوئی ۳۰۰ چہل حدیث عربی میں اور سو سو کے لگ بھگ فارسی، ترکی اور اردو میں موجود ہیں اور ہر مجموعہ دوسرے مجموعے اور انتخاب سے مختلف ہے۔ حضرت شاہ ہمدان کے انتخاب کا رجحان دیکھنے کی خاطر ہم گیارہ حدیثوں کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

۱۔ کنجوس، جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۲۔ ظالم ، حاکم و بادشاہ پر جنت حرام ہے۔

۳۔ جو درویش دولت کی خاطر کسی امیر شخص سے دوستی رکھے ، اور جو امیر، غریبی اور مفلسی کی بنا پر کسی درویش سے نفرت اختیار کرے ، دونوں پر خدا کی لعنت ہو۔

۴۔ مومن کے لیے دنیا میں حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز اچھی نہیں ہے۔

۵۔ جھوٹ اور خواہ مخواہ کے جھگڑے نہ چھوڑنے والا شخص ، جنت میں نہیں جائے گا۔

۶۔ جھوٹ بولنا ، امانت میں خیانت کرنا اور وعدہ کرکے پھر جانا ، منافق شخص کی تین نشانیاں ہیں۔

۷۔ جن لوگوں کو دیر سے غصہ آئے اور جلد اتر جائے ، وہ امتِ مسلمہ کے بہتر لوگوں میں سے ہیں۔

۸ دنیا ہاروت اور ماروت سے بھی بڑھ کر دھوکا باز اور شعبدہ باز ہے۔

۹۔ ایک ایسا دور آئے گا کہ علمائے دین کی انتہائی بے قدری ہو گی۔

۱۰۔ جو شخص برائی سے روکے ، اور نیکی کا حکم دے وہ گویا خلیفۂ وقت کا کام کر رہا ہے۔

۱۱۔ دنیا کی حرص و ہوا ، ایمان کو اس طرح فنا کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔

۵۔ رسالہ عقبات یا قدسیہ

اس رسالہ عقبات کو حضرت شاہ ہمدان نے اپنے مرید سلطان قطب الدین شاہمیری کی درخواست پر لکھا اور اسے چار مشکل گھاٹیوں (عقبات) سے ایمان سلامت لے جانے کے طریقے بتائے ہیں۔ مصنف کی نظر میں یہ گھاٹیاں دولت جمع کرنے کی ہوس

(بخل) جاہ وجلال پر فخر و غرور (کبر) رعایا پر بے جا سختی اور لوگوں کے ساتھ ناانصافیاں کرنا (ظلم) اور اپنے اچھے کاموں میں ظاہرداری (ریا) برتنا ہے۔ رسالے کی ابتدا میں آپ نے بالترتیب سورہ الفجر، یونس، ہود، الکہف، المنافقون، العصر، توبہ، البقرہ اور الواقعہ کی چند آیات کو نقل فرمایا، ان کے مطالب کو باہم مربوط کیا اور رسالہ 'قدوسیہ' کے پڑھنے والوں کو اپنے ایمان وعمل پر نظر رکھنے کی پرزور نصیحت کی ہے آغاز اس طرح ہے :

" جب تک قضا و قدر کے کارخانے کے نقاش، ہدایت اور گمراہی کے راستے پر چلنے والوں کی تقدیر میں خوش قسمتی یا بدبختی لکھتے رہیں، اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی خوشبو بھری ہوائیں، نیک بختوں کو ثابت قدمی کا پیغام اور بدبختوں کو ہدایت کے راستے کی طرف آنے کی دعوت دیتی رہیں (آمین) اس رسالے کی تحریر کی فرمائش کرنے والے! میرے عزیز اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر غور کرو کہ :

'کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ جو لمبے قد والے تھے، کیا کیا؟ ان جیسے دنیا میں پیدا نہیں ہوئے۔ پھر ان (عاد) ثمود کے ساتھ (کیا کیا) جو وادی (قریٰ) میں پتھر کاٹتے تھے میخوں والے فرعون کے ساتھ (کیا کیا) یہ لوگ ملک میں سرکشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے برائیوں کی انتہا کر دی تھی۔ آپ کے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا اچلایا۔ بے شک آپ کا پروردگار گھات میں ہے' (الفجر ۶-۱۳)

'جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں، اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش اور اس پر اطمینان سے بیٹھے ہوئے اور ہمارا نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں۔ ان کے اعمال کا بدلہ (دوزخ کی آگ ہے)' (یونس ۶-۷)

'جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طالب ہیں، ہم انہیں ان کے اعمال کا پورا

بدلہ دیتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ان لوگوں کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں۔ دنیا میں انہوں نے جو کچھ کمایا، وہ بے سود رہا اور جو کام وہ کرتے رہے، وہ ضائع ہو گئے" (ہود ۱۵-۱۶)

"کہیئے کہ کیا میں عمل کے اعتبار سے سخت گھاٹے میں پڑنے والے لوگوں کا تمہیں بتا دوں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا کی کوشش برباد ہو گئی اور وہ یہ سوچ رہے کہ اچھا کر رہے ہیں" (الکہف ۱۰۳-۱۰۴)

"ایمان والو! مال اور اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جو ایسا کرے گا، ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (المنافقون ۹) "عصر کی قسم، بے شک انسان نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، حق کی نصیحت کی اور صبر کی تلقین کی (العصر) "مومنو! اگر تمہارے والدین، اور بہن بھائی، ایمان کے مقابلے کفر سے دوستی رکھیں، تو ان سے دوستی نہ رکھو۔ تم میں سے جو لوگ اس حکم سے منہ موڑیں، وہ ظالم ہیں (توبہ ۲۳)" میرے عزیز! ان آیات سے یہ امر واضح ہے کہ:

"کتنے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ مومن نہیں" (البقرہ ۸) تو نماز کے وقت، نماز ادا کرتا ہے۔ ماہ رمضان میں روزے رکھتا ہے۔ ہر دن جس قدر ممکن ہو، قرآن مجید کی تلاوت بھی کر لیتا ہے۔ یہ مبارک کام ہیں، مگر نامعلوم تجھے ایمان کے راز کہاں تک معلوم ہیں اس لیے کہ گناہ کی آلودگیوں میں پھنس جانے والے دل پر حق اور حقائق کے نور کا عکس نہیں پڑ سکتا ...... عزیزم، اللہ تعالیٰ سے ایسی حق بین نگاہ طلب کر جس کی مدد سے تو حسنِ ازلی کی جھلک دیکھ سکے اور قرآن مجید کو سمجھ سکے۔ اندھے بہرے اور گونگے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور اسی طرح جاہل باپ دادا اور بداخلاق (بے عمل

اساتذہ کی پیروی سے غفلت اور گمراہی کی محرومی کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔ اس لیے اپنے حواس سے کام لو۔"

چار عقبات، کا آپ نے جدا جدا ذکر کیا ہے۔ اس سے قبل عام بحث کے دوران آپ نے لکھا ہے،

"میرے عزیز، اگر تو اپنے کسی ملازم کو حکم دے کہ ہمیشہ فلاں کام کرتے رہو، ورنہ تمہاری گردن اڑا دی جائے گی۔ پھر تو اسی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اس پر ایک ایسا نگران مقرر کر دے جو تیرے حکم کی پابندی کے بارے میں اس پر پوری نظارت رکھے، تو امید ہے کہ تیرے اس ملازم کو خلاف ورزی کی جراٴت نہ ہوگی اور تیرے حکم کی پابندی کرتا رہے گا۔ ذرا سوچو، تم بھی خدا کے بندے اور اس کی طرف سے بعض کاموں کی خاطر ملازم ہو۔ اگر تم خود یا تمہارے ماتحت لوگ خدائے تعالیٰ کے احکام — مندرجہ ذیل احکام پر، عمل نہ کریں۔ تو تم کیا کرو گے؟

"نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور جو مال ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔"

"تم میں ایک ایسا گروہ ہونا ضروری ہے جو نیکی کی طرف بلائے۔ اس گروہ کے لوگ بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہوں۔"

"مال آپس میں حرام طریقے سے مت کھاؤ۔"

"سود نہ کھاؤ"

"یتیم کے مال کے قریب نہ پھٹکو۔"

"تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔"

اللہ کے مقرر کیے ہوئے، بزرگ لکھنے والے، لکھ رہے ہیں کہ احکام خدا کی

خلاف ورزی ہو رہی ہے مگر بادشاہ کو فکر ہے اور نہ رعایا کے سمجھ دار گروہ کو۔ میرے عزیز! جو خدا کے حکم پر عمل نہ کرے، وہ گویا ایمان میں ناقص ہے۔ اسے خدا کی نافرمانی کے نتائج کا احساس نہیں ہے اور ایسے ہی لوگوں کی حالت اس آیہ شریفہ میں بیان کی گئی ہے کہ: "کتنے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روز آخرت پر ایمان لے آئے ہیں، حالانکہ وہ وہ مومن نہیں ہیں" (البقرہ ۸)

مصنف اسی بحث کے دوران لکھتے ہیں۔

"میرے عزیز، تیری سلطنت میں کوئی غیر مسلم مثلاً یہودی یا عیسائی طبیب ہو جس کی صداقت اور مہارت کے لوگ قائل ہوں، تو تو بھی بیماری میں اس سے رجوع کرے گا۔ صحت کی بقا کی خاطر تو اس طبیب کو ہر ہدایت پر سختی سے عمل کرے گا۔ مثلاً اگر وہ ایک ماہ تک کھانا یا کوئی مرغوب شے بند کر دے، تو تم پرواہ نہ کرو گے اور خوشی پرہیز کرو گے میرے عزیز، اللہ تعالیٰ نے کوئی ایک لاکھ چوبیس ہزار روحانی طبیب بھیجے۔ آخری روحانی طبیب اعظم قرآن مجید کا شفا بخش نسخہ دیا۔ روح وجسم کی ابدی صحت کی خاطر ان طبیبانِ باری کی ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ان کی ہدایات یہ ہیں کہ مفید کاموں کو انجام دیا جائے، مضر کاموں سے بچا جائے۔ نفس کی خواہشات پر قابو پایا جائے اور شیطان کی چالوں کو مات کیا جائے۔ بتاؤ تم نے ان ہدایات پر کہاں تک غور و عمل کیا ہے؟ گویا تم ایک یہودی، عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کے طبیب کی بات پر تو عمل کر سکتے ہو۔ مگر انبیاؑ کی آسمانی ہدایات کا تجھے کوئی خیال نہیں ہے۔ روحانی صحت اور ایمان کی لذت بھلا ایسے لوگوں کو مل سکتی ہے؟ یہ غفلت اور لاپرواہی، دراصل ظلم اور کفر کی راہ ہے۔ قرآن مجید اس شخص کو ظالم قرار دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور

اس کی نشانیوں سے صرف نظر کرے۔ میرے عزیز، ضروری کام ہے کہ تم اپنے ایمان و عمل کے دعویٰ کو حقیقت کے مطابق بناؤ۔

شاہ ہمدان نے بخل، کبر، ظلم اور ریا کی، گھاٹیوں، پر بصیرت افروز طریقے سے لکھا ہے۔ آخر میں ریاکاری، پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بادشاہوں اور حاکموں کو ہر وقت نکتہ چینی اور انتقاد کا خیر مقدم کرنا چاہیئے۔ جو انہیں حقیقت حال سے آگاہ کرے، اس کے شکر گزار ہوں اور برا نہ مانیں۔

میرے عزیز، اگر تیرے کپڑوں میں سانپ گھس جائے اور کوئی تجھے جان بچانے اور اس موذی سے جان بچانے کا طریقہ بتلائے، تو اس کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ سلطنت کے کاموں میں جن چار گھاٹیوں، بخل، کبر، ظلم اور ریا کا میں نے ذکر کیا ان میں سے ہر ایک سانپ سے زیادہ خوفناک اور مہلک ہے۔ سانپ کے زہر کا اثر بدن تک محدود رہتا ہے جس سے زیادہ سے زیادہ موت واقع ہو سکتی ہے، مگر ان چار خراب اعمال میں سے کسی ایک کا نتیجہ جہنم کا دائمی عذاب ہو سکتا ہے، اور ہر ایک خرابی جملہ نیکیوں کو برباد کر سکتی ہے۔ ان تباہ کاریوں سے بچنے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔ انتقاد ہمارا ہو یا کسی اور کا، کبھی برا نہ مانو اور اللہ تعالیٰ سے نیک کاموں کی توفیق مانگو۔

۵۔ رسالہ فتوّت نامہ

فتوت نامہ اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں فتوّت یا جوانمردی کے آداب بتائے گئے ہوں۔ فتوّت، جوانمردی یا اخیت، تصوّف سے کافی ملتی جلتی ایک عملی اخلاقی تنظیم تھی جو دوسری صدی ہجری / آٹھویں صدی عیسوی سے گذشتہ صدی تک تقریباً

سارے اسلامی ملکوں میں رائج رہی ہے۔ نظام جوانمردی کی نمایاں خصوصیات غریبوں کی مدد کرنا، ظالموں کی مخالفت کرنا، اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق کی ادائیگی پر زور دینا، بہادری کے کام انجام دینا اور قول کے زیادہ عمل کی اہمیت منوانا تھا۔ اس نظام پر عمل کرنے والے افراد کے مختلف ملکوں میں مختلف نام رہے ہیں۔ مثلاً "فتی"، عیار، شطار، فارسیون، احداث اور ذواقیل وغیرہ۔ مگر حضرت شاہ ہمدان کے دور میں انہیں بیشتر، اخی (جمع اخیہ یا اخیان ہے) کہتے تھے ابن بطوطہ کے سفرنامے میں بھی "اخی" کی اصطلاح ملتی ہے، ہر جوانمرد شخص دوسرے کو "اخی" (میرا بھائی) کہتا تھا۔ حضرت شاہ ہمدان کے "فتوت نامہ" میں یہی لفظ بار بار استعمال ہوا ہے۔ رسالہ آپ نے کسی مرید کی درخواست پر لکھا ہے۔

حضرت شاہ ہمدان کے ایک پیر طریقت حضرت شیخ علی دوستی سمنانی، "اخی" تھے اور ان کی فیاضی اور سخاوت بے حد معروف تھی۔ آپ اپنی زمینوں کا غلہ حاجت مندوں میں تقسیم کرتے رہے ہیں اور خود شاہ ہمدان کی فیاضی کے واقعات، اس سے قبل بیان ہو چکے ہیں۔

نظام جوانمردی کی حقیقت

"اخیان" کے خاص مرکز تھے اور ان کی خاطر صوفیہ کی خانقاہوں کی مانند تربیت گاہیں قائم کی گئی تھیں۔ یہ تربیت گاہیں "اخیان" کے اپنے تعاون سے چل رہی تھیں اور محتاجوں کے لیے ان کے ساتھ لنگر خانے موجود تھے۔ کئی صوفیہ "اخیان" میں شامل تھے۔ اور اسی طرح اخیان تصوف سے اشتراک عمل رکھتے تھے۔ ان

لوگوں کی روش، میانہ روی کی تھی۔ دین و دنیا سے برابر کا تعلق تھا اخیان محنتی لوگ تھے۔ اور معاشرے پر بوجھ نہیں بنے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ خراب حال لوگوں کی حالت سنبھل جائے۔ حضرت شاہ ہمدان کا رسالہ، جوانمردی اور اخیت کی اخلاقی بحثوں کا حامل ہے۔ اس میں نظام اخیت کے فوائد درج کئے گئے ہیں۔ اور ظاہری تنظیم کی صورت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ چند اقتباسات کا ترجمہ اس کے مضامین کی نشاندہی کر دے گا۔

جوانمردی اور انسانوں کے حقوق

"میرے عزیز، جوانمردی کے زیادہ آداب و رسوم، بندوں کے حقوق سے متعلق ہیں اور اس لیے نظام اخیت کی بڑی اہمیت ہے آنحضرت ؐ نے فرمایا: "جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کی احتیاج پورا کرنے میں لگا ہو، تو خدائے تعالیٰ، خود اس کی مراد بر لاتا ہے"۔ صحاح شریف (بخاری و مسلم) میں ہے کہ نبی اکرم ؐ نے فرمایا: "تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور خدا کا محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کا خیال رکھے اور اسے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے"۔ اس فرمان کی روشنی میں انسانوں کے حقوق کی اہمیت واضح ہے . . . . ابرار یا نیک افراد کا وہ گروہ، جو دوسروں کے حقوق ادا کرنے اور ان کی احتیاجات رفع کرنے میں لگا رہے، فتیان، اخیان یا جوانمردوں کا گروہ کہلاتا ہے۔ ان لوگوں کو اپنے آرام کی پرواہ نہیں اور دوسروں کی خاطر قربانی دینا جانتے ہیں۔ یہ لوگ ایک دوسرے کو "اخی" (میرا بھائی) کہتے ہیں اور خدا کی عبادت اور اپنے کسب سے زائد وقت، دوسروں کے آرام کی خاطر

وقف کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ خلق خدا کی خدمت بھی عبادت ہے . . . .

میرے عزیز! خدائے تعالیٰ نے اس کائنات کو رنگا رنگ بنایا۔ قسم قسم کے کمزور اور طاقتور افراد کی موجودگی میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ کائنات کا نظام چلتا رہے ایک مسلمان معاشرے کو اس حکمت کے عملی پہلو پہ غور کرنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے پہ زور دینے کی سخت ضرورت ہے۔ حدیث نبویؐ میں آیا ہے:

"مومن ایک عمارت کی اینٹوں کی مانند ہیں اور جس طرح ایک اینٹ دوسری کو سہارا دیتی ہے، یہی کام مومن کرتے ہیں"

میرے عزیز! جو ایمان کا دعویدار ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرے، ان کی خاطر ایثار کرے اور مشکلات دور کرے۔ جوانمردی یہی ہے کہ "بے شک مومن بھائی بھائی ہیں" (الحجرات ۱۰) کی قرآنی تعلیم کو عملی صورت میں جلوہ گر کیا جائے . . . .

اخی کے اوصاف

جوانمرد (اخی) اسلام کی عملی تعلیم کو اجاگر کر رہے ہیں۔ ان کے اعمال سے ہوا و ہوس کے بندوں اور نام نہاد نیک لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے مگر 'اخی' ان کی کب پرواہ کرتے ہیں۔ آپ پوچھیں گے کہ 'اخی' کے اخلاقی اوصاف کیا ہوتے ہیں؟ مختصر طور پر دوں کہ 'اخی' وہ ہے جو:

بوڑھوں کا احترام کرے، جوانوں کو نصیحت کرے، بچوں پر شفقت کرے اور کمزوروں پر رحم۔ دوستوں کے ساتھ سخاوت برتے۔ علمائے دین کے وقار کا لحاظ رکھے

ظالموں کی مخالفت کرے، بدکاروں کو کھری کھری سنائیے۔ اپنی طاقت کے مطابق، خدا کی عام مخلوق کے ساتھ بھلائی اور احسان کرے، مگر اپنی نیکیوں اور کامیابیوں پر خدا کا شکر ادا کرتے رہے۔ "اخی" دوسروں کے ساتھ صلح رکھے مگر اپنے نفس کے خلاف جنگ کرے۔ دشمنوں کی بات تحمل سے سنے، مصیبتوں میں صبر و شکر اختیار کرے اور خدا کی رحمت کا طالب رہے۔ "اخی" وہ ہے جو دوسروں کے عیب نہ تلاش کرے۔ مگر اپنے عیبوں پر نظر رکھے۔ دوسروں کے غم سے اسے غم اور ان کی خوشی سے، خوشی ہو۔ اللہ کی تقدیر پر خوش ہو۔ بدعت کے کاموں سے بچے اور شریعت کے کاموں پر پختہ ایمان رکھے۔ نیکی کے سب کاموں میں تعاون کرے اور بدنامی کے افعال سے دور بھاگے، وہ اللہ کے عذاب سے ڈرے اور اس کی رحمت سے اچھی امید وابستہ رکھے۔ اگر مقصد نصیحت و اصلاح نہ ہو، تو غافل لوگوں سے میل جول نہ رکھے۔ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو اس طرح نصیحت کرے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ وہ اپنے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے والا اور روزِ قیامت کی ہولناکیوں سے اللہ کی پناہ مانگنے والا ہو۔ مختصراً "اخی" وہ ہے کہ دنیا کی سربلندی اور آخرت کی سرخروئی کی خاطر کام کرتا رہے "اخی" ایک معتدل اور محنتی مومن ہے"۔۔۔۔

حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ دل میں خلوص ہو تو بھی عام لوگوں کو 'عبادات' سے اتنا روحانی فائدہ نہیں ہوتا۔ جتنا کہ عملی نیک کاموں سے۔ اس لیے ضروری ہے کہ جن لوگوں نے اپنے دل کا تزکیہ و تصفیہ نہیں کیا، وہ ان بے روح عبادات پر نہ اترائیں۔ ان عبادات کے ذریعے وہ فرائض وغیرہ کی ادائیگی سے ضرور سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کے باطن میں تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور بسا اوقات، عبادات کے ساتھ

ساتھ ساتھ ان سے ایسے کبیرہ اور گھناؤنے گناہ سرزد ہوتے ہیں، جو عبادات کو بے اثر اور ان کے ثواب کو کالعدم کر دیتے ہیں۔ شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی نجات کی خاطر دوسروں کے دل خوش رکھنے اور عملی تعاون کرنے میں پہل کریں۔ اس بیان میں آپ مثال کی خاطر عوام اور خواص کی نماز کا فرماتے ہیں۔

اہل دل کی نماز کا مرتبہ

"میرے عزیز، باحضور اور حقیقی نماز ان لوگوں کی ہے جو اس عبادت کے ارادہ کرنے ہیں، دنیا بھر کے جھمیلے بھول جائیں اور وضو کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف پوری یکسوئی رکھیں کہ

کلی کرنے میں انہیں اللہ کے ذکر کی حلاوت و شیرینی ملے، ناک سے پانی جھٹکنے میں وہ اخلاقی عیوب مثلاً کبر و ریا، ہوا و ہوس اور بخل کو دور پھینک دیں۔ ان کے منہ دھونے میں معرفت آتی ہے۔ کہنیاں دھونے میں انہیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا درس ملتا ہے سر کے مسح کے دوران، وہ تواضع اور خاکساری حاصل کرتے ہیں۔ کان کے مسح میں انہیں اللہ کے کلام کی شیرینی کی آواز آتی ہے۔ پاؤں دھونے میں وہ صدق و اخلاص اور ثابت قدمی کی نعمتیں پاتے ہیں۔

کعبہ شریف کی طرف منہ موڑنے میں ان کا دل کعبۂ حقیقی کی طرف مڑتا ہے اور پکار نکلتی ہے کہ: "میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں۔ بس وہ مجھے راہ دکھائے گا۔" (الصّٰفّٰت - ۹۹) تکبیر (اللہ اکبر) کہنے میں انہیں کائنات کا ہر ذرہ، آفتاب کبریائی سے ضیا گیر نظر آتا ہے۔ سبحٰنک اللّٰھم کہتے ہیں تو اپنے ساتھ ہر چیز کو اللہ کی تسبیح میں محو پاتے ہیں۔ ان کے لا الٰہ غیرک کہنے میں ماسوا اللہ معدوم ہو جاتا ہے

بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں تو دیگر مومنوں کے نغمات کانوں میں گونجنے لگتے ہیں۔

سورہ فاتحہ کی معنویت

اہلِ دل اپنی نماز میں 'الحمد للہ' کہتے ہیں تو ساری کائنات کو اللہ کی رحمت سے اس طرح مستفید دیکھتے ہیں کہ رب العالمین کی شانِ الوہیت سامنے آجاتی ہے۔ باحضور نمازی، الرحمٰن الرحیم کے سامنے اپنے وجود کی نفی کرتے، ملک یوم الدین کی حقیقت پر غور کرتے اور روزِ جزا کو مشاہدہ کرنے لگتے ہیں۔ وہ دل کی گہرائیوں سے اقرار کرتے ہیں کہ 'ایاک نعبد' اور اس کے بعد اس اقرار پر قائم رہنے کی خاطر اس سے مدد مانگتے ہیں کہ 'وایاک نستعین'۔ ان نمازیوں کی نگاہیں عالمِ ملکوت پر ہیں مگر خاکساری سے پھر بھی 'اھدنا الصراط المستقیم' کی دعا کرتے ہیں اور گذشتہ سعادت مندوں کی راہ پر چلنے کی تمنا کرتے ہیں کہ 'صراط الذین انعمت علیھم'۔ وہ نفس و شیطان کی راہ کے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ 'غیر المغضوب علیھم ولا الضالین'۔۔۔۔

میرے عزیز، ایسی نماز ہر کسی کو کہاں میسر ہے۔ دیگر عبادات کا بھی یہی عالم ہے اس لیے میری نصیحت ہے کہ تو عبادات ضرور ادا کر مگر ابرار اور صاحبانِ فتوت کے کاموں میں شامل ہو۔ اللہ کے بندوں کی حاجت روائی کی کوشش، تیری عبادات کی کوتاہیوں کی تلافی کرے گی اور رفتہ رفتہ تجھے عبادات اور اذکار کا ذوق و شوق حاصل ہونے لگے گا۔۔۔۔"

نظامِ جوانمردی کے بارے میں اقوال

اس رسالے کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں 'جوانمردی' کے بارے میں

صوفیہ اور بزرگوں کے بعض وہ مفید اقوال یکجا کر دیئے گئے ہیں جو اس موضوع کی مختلف عربی اور فارسی کتب میں جداگانہ ملتے ہیں۔ ان ہی اقوال میں مندرجہ ذیل کس قدر بصیرت افروز ہیں:

ا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے: "جوانمردی یہ ہے کہ طاقت ہونے کے باوجود دشمنوں کو صاف کر دیا جائے۔ غصے میں تحمل برتا جائے، مخالفوں کا بھلا چاہا جائے اور اپنی ضروریات کا خیال نہ کرتے ہوئے، دوسروں کی خاطر ایثار کر دیا جائے۔"

ب۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا قول ہے: "جواں مردی یہ ہے کہ آدمی دین کے امور میں استقامت دکھائے اور اپنی نفسانی خواہشات سے دشمنی برتے۔"

ج۔ شیخ فضیل عیاضؒ نے فرمایا: "جوانمردی یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عام بخشش کو پیش نظر رکھ کر، مومن و کافر کی احتیاجات رفع کی جائیں۔"

د۔ شیخ ابوالقاسم جنیدؒ بغدادی کا قول ہے: "جوانمردی، عام بخشش کرنے اور برائیوں سے بچنے کا نام ہے۔"

ہ۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا: "جوانمردی یہ ہے کہ تم اپنی عزیز ترین چیز دل سے دوسروں پر بخشش کر دو اور انہیں معمولی جانو مگر دوسرے اگر معمولی سی چیز دیں۔ تو بھی اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھو۔"

و۔ شیخ ابوحفص حدادؒ کا قول ہے: "خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "اے نبیؐ! معاف کر دیجئے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے صرف نظر فرمایئے (الاعراف: ۱۹۹) اس آیت شریفہ میں آنحضرتؐ کی جوانمردی کی تعلیم دی گئی ہے اور اس نظام کی روح یہی ہے۔"

حضرت شاہ ہمدانؒ ان اور دیگر اقوال کی تشریح فرمائی اور مناسب مثالیں دی ہیں۔

۹۔ منہاج العارفین (اقوالِ زرّیں)

اس فارسی رسالے میں حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے ایک سو تینتالیس اقوال زریں پیش فرمائے ہیں۔ ہم ان میں سے صرف ۴۳ کا اردو ترجمہ پیش کر کے اس مختصر کتابچے کو ختم کرتے ہیں:

۱۔ کسی کا نقصان نہ چاہو تاکہ خود آرام میں رہو۔

۲۔ اگر ہمت والے ہو، تو اپنی احتیاجات خود پوری کرو۔

۳۔ گرے ہوئے لوگوں کو نہ بھلاؤ مبادا خود گر جاؤ۔

۴۔ خدائے تعالیٰ سے مدد مانگو تاکہ تمہارا سہارا مضبوط رہے۔

۵۔ بیہودہ باتوں کو مصیبتوں کے راز جانو۔

۶۔ آرام و اطمینان کے طالب ہو تو دوسروں کے جاہ و مرتبہ پر حسد نہ کرو۔

۷۔ دوسروں کو آرام پہنچانے میں اپنا ہی آرام جانو۔

۸۔ ڈاکوؤں اور دشمنوں سے بچنے کے لیے قافلے کا ساتھ کرو۔

۹۔ نجات حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہی پناہ ومدد مانگو۔

۱۰۔ جاگ رہے ہو تو اپنے سانسوں کی قدر کرو۔

۱۱۔ اپنی ہر کامیابی کو خدا کا فضل جانو تاکہ غرور سے بچ سکو

۱۲۔ دوستی، اللہ کی خاطر کرو تاکہ پشیمان نہ ہونا پڑے۔

۱۳۔ دوسروں کا احترام کرو۔

۱۴۔ ہر دل عزیز بننے کی آرزو ہو، تو اپنی عادتیں سنوارو۔

۱۵۔ خدائے تعالیٰ کو ہر حال میں حاضر و ناظر جانو اور کسی کی بے ادبی نہ کرو۔

۱۶۔ شیطان کے غلبے سے بچنا ہو تو کام آہستگی سے کیا کرو۔

۱۷۔ بندے کہلاتے ہو تو خدا کی بندگی نہ چھوڑو۔

۱۸۔ معمولی مکر، یاد رکھو، بہت بڑا حربہ ہے۔

۱۹۔ ذلت سے بچنا چاہو تو حرص چھوڑ دو۔

۲۰۔ کسی کو سزا دینا ہو، تو اس کے جرم کا خیال رکھو۔

۲۱۔ دل کو سلامت رکھنے کی خاطر دنیا کا غم چھوڑ دو۔

۲۲۔ بڑائی حاصل کرنے کے لیے خاکسار بنو۔

۲۳۔ عمل کی جزا چاہو، تو خلوص پیدا کرو۔

۲۴۔ ایسا کام نہ کرو جس پر بعد میں پشیمان ہونا پڑے۔

۲۵۔ اپنے کام سے فرصت ملے، تو دوسروں کی خاطر کام کرو

۲۶ موت کی یاد رکھو تاکہ دل دنیا میں ہی نہ لگا رہے۔

۲۷۔ چغل خوری سے بچو۔

۲۸ قدردان بننے کا دعویٰ رکھتے ہو تو وقت کی قدر کرو۔

۲۹۔ اگر مرد ہو تو خواہش نفس کا مقابلہ کرو۔

۳۰۔ حقیقی دوست کی اتنی یاد کرو کہ خود کو بھول جاؤ۔

۳۱۔ اطمینان چاہیے تو کسی اچھے کام میں لگے رہو۔

۳۲۔ حقیقی راحت و سکون، یادِ خدا میں ہے۔

۳۳۔ کسی کا احسان اٹھاؤ نہ بلاضرورت کسی کو زیرِ بار کرو۔

۳۴۔ راہرو ہو تو راہبر تلاش کر لو۔

۳۵۔ گوہر کے طالب ہو، تو سمندر میں جانے سے نہ گھبراؤ۔

۳۶۔ برائی کرنے والے کی اصلاح چاہو تو اس کے ساتھ نیکی کرو۔

۳۷۔ دعا کرنے اور حاجت مانگنے میں خلوص پیدا کرو۔

۳۸۔ بری عادات نہ چھوڑو گے تو تلخ زندگی گذارو گے۔

۳۹۔ کوشش کرو کہ مقصود پالو۔

۴۰۔ عزت چاہیے تو دوسروں کا سہارا نہ لو۔

۴۱۔ خدا کی یاد نہ چھوڑو ورنہ دل کو سیاہ کر لوگے۔

۴۲۔ عزت چاہیے تو اپنے آپ کو معمولی اور خاکسار جانو۔

۴۳۔ اپنی اصلاح کے آرزومند ہو تو اپنے عیبوں پر نظر رکھو۔

شاہ ھمدانؒ کی ہر تحریر کے آخر میں سورہ طٰہٰ کی آیت ۴۷ لکھی ہوئی ملتی ہے کہ: "والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ" (جو ہدایت کی پیروی کرے، اس پر سلامتی ہو)۔